

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

برہانِ مسلمین

(حجیتِ حدیث کے دلائل)

www.sirat-e-mustaqeem.net

مسعود احمد، بی، ایس سی

امیرِ جماعتِ المسلمین

جامعۃ المسلمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کاتب عبدالحفیظ
 سال طباعت ۱۴۰۹ھ (۱۹۸۸ء)
 اشاعت ثالث
 تعداد ایک ہزار

شائع کردہ جماعت المسلمین

مسجد المسلمین، کوثر نیازی کالونی، نارتھ ناظم آباد،
 بلاک جی، کراچی ۳۳

جملہ حقوق بحق جماعت المسلمین

رجسٹرڈ (رجسٹریشن ۳۶۶/۱۹۸۵) (پرانار رجسٹریشن ۲۱۶۳/۶۵-۶۶) محفوظ ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	تمہید	۵
۲	باب اول - حدیث وحی ہے	۸
۳	باب دوم - حدیث ماخذ قانون ہے	۷۴
۴	باب سوم - اطاعت رسول فرض ہے	۱۰۳
۵	باب چہارم - حجیت حدیث اور تواثر	۱۱۲
۶	باب پنجم - حجیت حدیث پر اعتراضات اور ان کے جوابات	۱۳۸
۷	باب ششم - منکرین حدیث کے سربراہ کی تحریروں سے حدیث کے حجیت شرعیہ ہونے کا ثبوت۔	۱۹۱
۸	باب ہفتم - تدوین حدیث اور تدوین حدیث پر اعتراضات اور ان کے جوابات۔	۱۹۸
۹	کتابت احادیث	۲۰۵
۱۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھوائی ہوئی کتب احادیث	۲۰۸
۱۱	صحابہ کرام کی کتب احادیث	۲۱۵
۱۲	ڈھائی سو سال کا شاخسانہ	۲۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ شروع اسلام سے اب تک حدیث کو حجت شرعیہ سمجھا گیا۔ اسی بنیاد پر علمائے اسلام نے حدیث کی حفاظت میں انتھک کوشش کی اور اس سلسلہ میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ بیسیوں فنون ایجاد کئے ، ہر فن پر حدیث کو پرکھا اور مختلف قسم کی باریکیوں سے کام لیا۔ محدثین کرام کا یہ ایک ایسا حیرت انگیز کارنامہ ہے جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔

محدثین کرام کی مساعی جمیلہ اور محنتِ شاقہ کے نتیجے میں آج امت مسلمہ کو صحیح احادیث کا ایک بیش بہا ذخیرہ میسر ہے جس کی روشنی میں امت مسلمہ کا ہر فرد آسانی صراطِ مستقیم پر گامزن ہو سکتا ہے اور قرآن مجید پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی منشاء کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔

دین اسلام میں شریعتِ الہیہ کے دو ماخذ ہیں :-

اول : قرآن مجید

دوم : حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث، قرآن مجید کے معنی و مفہوم کو متعین کرتی ہے اور قرآن مجید پر عمل کرنے کا طریقہ بتاتی ہے۔

حدیث ہی ہے جو قرآن مجید کو بازیکچہ اطفال بنانے سے باز رکھتی ہے اور کسی ملحد کو یہ موقع نہیں دیتی کہ وہ قرآن مجید کے جو معنی چاہے کر دے۔

افسوس کہ ماضی قریب اور دورِ حاضر میں چند لوگ ایسے پیدا ہوئے جن کو یہ تقید ناگوار گزرا، زمانہ کے ساتھ دین کو بدلنے میں انہیں حدیث بڑی رکاوٹ نظر آئی۔ قرآن مجید کو اپنے من مانے معنی پہنانے میں حدیث سدا راہ ثابت ہوئی۔ جدت پسندی اور تن آسانی کو بروئے کار لانے میں انہیں حدیث کا وجود کھٹکنے لگا، الغرض بڑی ہوشیاری سے انہوں نے حدیث کو راستے سے ہٹانے کے لئے قدم بڑھایا اور مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے بتدریج حدیث کے حجت شرعیہ ہونے سے انکار کر دیا۔

جن لوگوں نے حدیث کے حجت شرعیہ ہونے کا انکار کیا انہیں منکرین حدیث کہتے ہیں، ان کے نزدیک بقول ان کے صرف قرآن مجید حجت شرعیہ ہے اور صرف اُسی پر عمل کرنا اسلام ہے۔

جو لوگ دین کو اپنے اوپر ایک بوجھ سمجھتے تھے انہیں منکرین حدیث کی یہ بات بہت پسند آئی اور انہوں نے بڑی آسانی سے منکرین حدیث کی دعوت پر لبیک کہا، اس طرح اس فتنہ میں ترقی، ہوتی رہی اور ہو رہی ہے۔

علماء کرام نے اس فتنہ کا تعاقب کیا، منکرین حدیث کے رد میں مختلف کتابیں لکھی گئیں، منکرین حدیث کے تمام اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا لیکن وہ برابر اپنے اعتراضات کو دوہراتے رہے اور دوہرا رہے ہیں۔

فتنہ انکارِ حدیث کے سلسلے میں جو کتابیں لکھی گئیں یہ کتاب المسمیٰ بہ ”برہان المسالین“ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، حدیث کو حجت شرعیہ ثابت کرنے کے لئے اس کتاب میں دلائل کو مندرجہ ذیل عنوانات میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور ہر عنوان کو ایک مستقل باب کی حیثیت سے اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔

عنوانات یہ ہیں :-

- (۱) حدیث وحی ہے۔
- (۲) حدیث ماخذِ قانون ہے۔
- (۳) اطاعتِ رسول فرض ہے۔
- (۴) حجیتِ حدیث اور تواثر۔
- (۵) حجیتِ حدیث پر اعتراضات اور ان کے جوابات۔
- (۶) منکرینِ حدیث کے سربراہ کی تحریروں سے حدیث کے حجت شرعیہ ہونے کا ثبوت۔

(۷) تدوینِ حدیث، تدوینِ حدیث پر اعتراضات اور ان کے جوابات۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے ذریعہ بھٹکے ہوئے اشخاص اور قریب خوردہ افراد کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

نوٹ : (۱) اس کتاب میں جو احادیث اور آثار نقل کئے گئے ہیں وہ سب صحیح یا حسن سند سے ہیں، ضعیف سند کی کوئی حدیث یا اثر نقل نہیں کیا گیا۔
(۲) تدوینِ حدیث کے سلسلے میں مختلف کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مزید نوشتوں کا ذکر ملتا ہے لیکن کیونکہ ان کی سندوں کی تحقیق کا وقت نہ مل سکا لہذا انہیں اس کتاب میں شامل نہیں کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

حدیث وحی ہے

حدیث وحی ہے یعنی منزل من اللہ ہے۔ حدیث سکے وحی ہونے کے دلائل

درج ذیل ہیں :-

دلیل ۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنَزَّلِينَ۔ (آل عمران ۱۲۴)

اے رسول جب آپ مؤمنین سے یہ کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے نازل فرما کر تمہاری مدد فرمائے۔

آیت کا انداز بتا رہا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تسلی صحابہ کرام کو تین ہزار فرشتوں کی امداد کی خبر دی تھی۔ کیونکہ یہ خبر قرآن میں کہیں نہیں ہے لہذا ثابت ہوا کہ قرآن کے علاوہ کوئی وحی آئی تھی جس کی بنیاد پر آپؐ نے یہ خوشخبری دی تھی۔

دلیل ۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ

اور (اے رسولؐ) جس قبلہ کی طرف آپ پہلے منہ کرتے تھے اس کو ہم نے کسی اور مقصد کے لئے مقرر نہیں کیا تھا سوائے

عَقَبِيْهِ (بقرہ ۱۲۳) اس کے کہ ہم یہ دیکھ لیں کہ کون رسولؐ

کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں
(کفر کی طرف) واپس ہو جاتا ہے۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنے
کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا لیکن وہ حکم قرآن مجید میں نہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ
قرآن کے علاوہ کوئی وحی تھی جس کے ذریعہ یہ حکم دیا گیا تھا۔
منکرینِ حدیث کے تین دور۔

دورِ اول | منکرینِ حدیث نے اس دلیل کے جواب میں پہلے تو یہ کہا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توریت کی اتباع میں بیت المقدس کی طرف منہ کیا تھا
اور کیونکہ توریت میں یہ حکم اللہ کی طرف سے نازل ہوا تھا لہذا آیت مذکورہ بالا
میں اللہ تعالیٰ نے اسی حکم کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

دورِ ثانی | پھر یہ کہا گیا کہ آیت مذکورہ میں کعبہ کی طرف منہ کرنے کے حکم کی طرف
اشارہ ہے اور ترجمہ اس طرح کیا گیا۔ ”اب جس قبلہ کی طرف آپؐ منہ کر رہے ہیں
اس کا حکم اللہ ہی نے دیا تھا“ یعنی آیت میں بیت المقدس کو قبلہ بنانے کے
حکم کا ذکر نہیں ہے اور جب بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا ذکر اس آیت میں نہیں
ہے تو پھر اس کی طرف منہ کرنے کے حکم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یعنی کوئی وحی
نہیں آئی۔

دورِ ثالث | اب سب کے آخر میں یہ کہا گیا کہ قبلہ کبھی بدلا ہی نہیں گیا۔
ابتداءً نبوت سے کعبہ ہی کی طرف منہ کرنے کا حکم تھا۔

پہلی دو غلط فہمیوں کی تو خود منکرین حدیث ہی نے تردید کر دی لہذا ہم صرف تیسری غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہیں۔

تحویل قبلہ کے انکار میں مندرجہ ذیل رکاوٹیں تھیں۔ انہیں کس طرح دور کیا گیا۔ ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ قرآن مجید کی آیات میں تحویل قبلہ کا ذکر ہے۔ لہذا تحویل قبلہ کے انکار کے لئے خود قرآنی آیات مانع تھیں۔ اس رکاوٹ کو دور کرنے کا آسان طریقہ یہ نکالا گیا کہ قرآنی آیات کے معنی بدل دئے، اس طرح رکاوٹ خود بخود دور ہو گئی مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۖ فَمِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
(بقرہ ۱۴۴)

اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قبلہ بدل لا گیا۔ لیکن ان لوگوں نے آیت کے معنی ایسے کر دئے کہ تحویل قبلہ کا مفہوم کالعدم ہو گیا۔ اس کا ترجمہ اس طرح کیا گیا۔

”ہم اس قبلہ کا متوّلّیٰ آپ کو بنادیں گے جو قبلہ آپ کو پسند ہے“
کس قدر کھلی تحریف ہے۔

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ (بقرہ ۱۴۴)
ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بار بار (وجہ کے انتظار میں) اپنا چہرہ آسمان کی طرف کرتے ہیں۔

اس کا ترجمہ اس طرح کر دیا گیا۔

”ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے دل میں یہ خیال بار بار اٹھتا ہے کہ جس کعبہ کی طرف میں منہ کرتا ہوں وہ میرے قبضہ میں نہیں“
عجیب و غریب ترجمہ ہے کہ جس میں نہ آسمان کا ذکر ہے نہ چہرہ کا پھر اس خیال کا جو قوسین میں دیا گیا ہے کہیں قرآن میں ذکر نہیں ہے۔ بلکہ خود ساختہ ہے۔

غرض یہ کہ اس طرح دوسری آیات کے معنی بھی بدل دئے گئے۔
۲۔ تحویل قبلہ کے انکار میں دوسری رکاوٹ احادیث و تاریخ کی تھی ان کو یہ کہہ کر ختم کر دیا گیا کہ یہ سب جعلی ہیں۔ اللہ اللہ متواتر احادیث صحیحہ اور تاریخی شواہد کا کس جرأت کے ساتھ انکار کیا گیا ہے کہ سوائے ”انا للہ“ پڑھنے کے اور کیا کیا جاسکتا ہے۔

اب جب دونوں رکاوٹوں کو دفع کر دیا تو راستہ صاف ہو گیا اور آیت زیر بحث میں حدیث کے وحی ہونے کا ثبوت باقی نہیں رہا۔

تحویل قبلہ سے انکار صحیح نہیں

منکرین حدیث کا تحویل قبلہ سے انکار کرنا مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر صحیح نہیں۔

۱۔ قرآنی آیات میں تحریف معنوی کرنی پڑتی ہے۔

۲۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی متفق علیہ احادیث اور دیگر احادیث صحیحہ

متواترہ کا انکار تو اترا اور حقیقت ثابتہ کا انکار ہے اور یہ باطل ہے۔

۳۔ تاریخ کا انکار جس کو یہ لوگ تاریخی حقائق کے نام سے بڑی اہمیت دیتے ہیں۔

۴۔ وہ مسجد اب تک موجود ہے جس میں ایک ہی نماز دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے پڑھی گئی تھی۔ یعنی نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے شروع کی گئی اور دوران نماز کعبہ کی طرف منہ کیا گیا۔ اس مسجد کا نام مسجد القبلتین ہے۔ یہ مسجد تحویل قبلہ کا زندہ ثبوت ہے۔

۵۔ قرآن مجید میں ہے کہ کعبہ کی طرف منہ کرنے پر یہودیوں نے اعتراض کیا تھا کہ انہوں نے اپنے سابقہ قبلہ سے کیوں منہ پھیر لیا۔ یہ اعتراض اس ہی وقت ممکن ہے جبکہ تحویل قبلہ کو تسلیم کیا جائے۔ ورنہ اگر ابتدائے نبوت سے ہی آپ قبلہ ابراہیمی کی طرف منہ کرتے تو اعتراض کرنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔

۶۔ قرآن مجید کے من مانے ترجمے سے نہ صرف یہ کہ متواتر احادیث صحیحہ اور تاریخی شواہد کا انکار لازم آتا ہے بلکہ خود قرآنی سیاق و سباق اس ترجمہ کا متحمل نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ بے وقوف لوگ عنقریب کہیں گے
مَا وَلَّهُمْ مِنْ قِبَلَتِهِمْ اَلَّتِي کہ کس چیز نے انہیں اس قبلہ سے پھیر دیا
كَانُوا عَلَيْهَا۔ جس قبلہ کی طرف یہ اب تک منہ کرتے

تھے۔

(لقرة ۱۴۲)

اس کے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَوْلٍ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ اے رسول! آپ اپنے چہرہ کو مسجد حرام

الْحَدَامُ - (بقرة ۱۲۲، ۱۵۰) کی طرف پھیر لیجئے۔
 وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا
 وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ -
 (بقرة ۱۲۲، ۱۵۰)

مندرجہ بالا آیات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ یہاں متولی بنائے جانے کا مفہوم بالکل غلط ہے، یہاں تو بات ایک قبلہ سے منہ پھیرنے اور دوسرے قبلہ کی طرف رخ کرنے کی، موری ہے۔
 لہذا تحویل قبلہ سے انکار بالبیہات باطل ہے۔ اور آیت زیر بحث حدیث کے وحی ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔

دلیل ۳ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ
 لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا
 إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ
 خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ -
 (جمعة ۹)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو جلدی سے اللہ کے ذکر کی طرف آؤ اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔

یہ آیت کب نازل ہوئی اس کا ذکر بھی قرآن میں اس طرح آتا ہے۔

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا مُّغْضَوْنَ
 إِلَيْهَا وَتَرَكُوا قِثَابًا قُلُومًا
 عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَهُوَ وَفِي

اور جب ان لوگوں نے تجارت یا تماشہ دیکھا تو اس طرف چلے گئے اور آپ کو کھڑا چھوڑ گئے آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ

التَّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔ اللہ کے پاس ہے وہ لہو اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہتر رزق دینے والا ہے۔ (جمعہ ۱۱)

گویا یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب جمعہ کی نماز کے وقت بعض لوگ تجارت کے لئے چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔

آیت زیر بحث سے ثابت ہوا کہ نماز جمعہ کے لئے اذان دی جاتی تھی جمعہ کے دن کوئی خاص نماز تھی جس میں لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔ ان دونوں باتوں کا قرآن مجید میں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ لہذا یہ دونوں کام کسی ایسے حکم کی تعمیل میں ہو رہے تھے جو قرآن مجید میں نازل نہیں ہوا تھا بلکہ قرآن مجید کے علاوہ تھا اور جب اس حکم کی خلاف ورزی عمل میں آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعہ تنبیہ کر دی۔ پس ثابت ہوا کہ وہ حکم بذریعہ حدیث ملا تھا۔ لہذا حدیث وحی ہے۔

آیت بالا میں حدیث کے خلاف عمل کرنے پر تنبیہ نازل ہوئی اس سے حدیث کے احکام کی اہمیت آشکار ہے۔

دلیل ۲ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ
الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ۝
فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا
فَإِذَا آهَرْتُمْ فَادْكُرُوا اللَّهَ كَمَا

نمازوں کی حفاظت کرو اور خاص طور پر بیچ کی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ادب سے کھڑے رہو۔ پھر اگر تمہیں دشمن کا خوف ہو تو (چلتے پھرتے)

عَلَيْكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ O
(بقرہ ۲۳۸-۲۳۹)

پیدل بھی اور سواری پر بھی نماز ادا کر سکتے ہو۔ لیکن جب امن ہو جائے تو پھر اللہ کو اسی طرح یاد کرو جس طرح تمہیں اللہ نے سکھایا ہے۔ جس کو تم نہیں جانتے تھے۔

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ حالت امن میں کوئی خاص طریقہ ہے جس طریقہ سے نماز ادا کی جاتی ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جس کے متعلق ارشاد ہے کہ ”اللہ نے تمہیں سکھایا۔“ پورا قرآن مجید پڑھ جائیے نماز کا طریقہ آپ کو نہیں ملے گا۔ لہذا اللہ نے کسی اور ذریعہ سے نماز کا طریقہ سکھایا ہے اور یہی وہ ذریعہ ہے جس کو حدیث کہا جاتا ہے۔ لہذا حدیث بھی منزل من اللہ ہے۔

دلیل ۵ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ أَوْ نَوْتُمْ مَوْهَا (جنگ بنو نضیر میں) جو درخت تم نے قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ۔ کاٹے یا جو درخت اپنی جڑوں پر کھڑے (حشر ۵)
چھوڑ دئے، یہ اللہ کے حکم سے تھا۔

پورے قرآن مجید میں یہ حکم کہیں نہیں کہ فلاں درخت کاٹے جائیں اور فلاں درخت چھوڑ دیئے جائیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ کسی اور ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا یعنی قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی آیا کرتی تھی۔

دلیل ۶ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا خَتَّىٰ اور ان تین آدمیوں کی طرف بھی اللہ

اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَا مَلْجَا مِنْ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

(توبہ ۱۱۸)

تعالے نے توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب میں باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں ان پر وبال بن گئیں اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ کے غضب سے بچنے کا سوائے اللہ کے اور کوئی ٹھکانہ نہیں، تو اللہ ان پر متوجہ ہوا تاکہ وہ توبہ کریں، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

یہ تین آدمی کون تھے؟ ان کا کیا قصور تھا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر غصہ کا اظہار کس آیت میں کیا تھا؟ قرآن مجید ان تمام باتوں سے خاموش ہے۔ ظاہر ہے کہ توبہ قبول کرنے سے پہلے غیظ و غضب کا اظہار بھی کیا گیا ہوگا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پچاس دن تک ان کا مکمل مقاطعہ (بائیگاٹ) کیا گیا۔ سلام و کلام بند کر دیا گیا، حتیٰ کہ بیویوں کو بھی علیحدہ ہو جانے کا حکم ملا۔ یہ سب کچھ کس کے حکم سے تھا؟ ظاہر ہے کہ جس کے حکم سے معافی دی جا رہی ہے اُسی کے حکم سے مقاطعہ بھی کیا گیا ہوگا لیکن وہ حکم قرآن مجید میں کہیں نہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی آیا کرتی تھی۔

دلیل کے | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ اِذَا سَرَ النَّبِيُّ اِلَى بَعْضِ اَزْوَاجِهِ ۖ اَوْ رَجَبِ نَبِيٍّ لَمْ يَكُنْ اِلَيْهِمْ اَوْ رَجَبِ نَبِيٍّ لَمْ يَكُنْ اِلَيْهِمْ

حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ
 اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ
 عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ
 مَنْ أَنْبَأُكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِي
 الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ (تحریم ۳)

راز کی بات کسی پھر جب اس بیوی نے
 راز کو ظاہر کر دیا اور اللہ نے نبی کو
 مطلع کر دیا تو نبی نے بعض باتوں کو
 جتا دیا اور بعض سے چشم پوشی کی۔
 پھر جب نبی نے اس بیوی کو یہ بات بتائی
 تو اس نے پوچھا آپ کو کس نے بتایا کہ
 میں نے راز کو ظاہر کر دیا (نبی نے جواب
 دیا کہ مجھے علیم و خبیر نے بتایا۔

وہ راز کیا تھا؟ کونسی بیوی تھی؟ قرآن مجید خاموش ہے۔ قرآن مجید سے اتنا
 معلوم ہوتا ہے کہ کسی بیوی کو آپ نے منع کر دیا تھا کہ راز ظاہر نہ کریں لیکن انہوں
 نے ظاہر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کو افشائے راز کی اطلاع دی۔ لیکن کس طرح
 دی۔ یہ چیز قرآن مجید میں نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ کسی اور وحی کے ذریعہ
 مطلع کیا گیا۔ پس ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی سلسلہ وحی جاری رہا کرتا تھا۔ پھر
 قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی نے ازراہ تعجب پوچھا کہ آپ کو کس نے بتایا کہ میں
 نے راز کو ظاہر کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "العلیم الخبیر" نے۔
 ان الفاظ سے بالبداهت ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کیا تھا۔ اب بھی
 اگر کوئی کہے کہ کسی "العلیم الخبیر" انسان نے خبر دی تھی جیسا کہ منکرین حدیث کا کہنا
 ہے اور "فلما اظہرہ اللہ علیہ" میں بھی اللہ سے مراد کوئی انسان ہے تو ہم سوائے
 اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ ہی ان کو ہدایت دے منکرین حدیث کا یہ دھوکہ

منصب نبوت کے قطعاً منافی ہے۔ جب اطلاع دینے والا اللہ ہو، جس کو اطلاع دی جا رہی ہو وہ نبی ہو تو سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے نبی کو بتایا تھا۔ اور وہ وحی قرآن مجید کے علاوہ کبھی۔ اگر یہ تسلیم نہیں تو پھر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جو کچھ بھی اللہ نے آپ کو سکھایا وہ سب درحقیقت انسانوں نے ہی آپ کو سکھایا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ ایسی صورت میں معاذ اللہ نہ وحی رہے گی نہ نبوت۔ قصہ ختم۔

دلیل ۷ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ
النَّجْوَى ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا
نُهُوا عَنْهُ (مجادلہ: ۸)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشی سے منع کیا گیا تھا لیکن یہ لوگ باز نہیں آئے اور پھر وہی کام کر رہے ہیں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت کے نزول سے پہلے مسلمان کو سرگوشی سے منع کیا گیا تھا لیکن ممانعت کا وہ حکم قرآن مجید میں نہیں لہذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی آتی تھی۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ
فَلَا تَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

اے ایمان والو! جب تم سرگوشی کیا کرو تو گناہِ عدوان اور معصیتِ رسول کے

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا
بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي
إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝
(مجادلہ ۹)
جاؤ گے۔

اس آیت کو پیش کر کے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس آیت میں سرگوشی کی
مانعت ہے لہذا کسی دوسری وحی کی ضرورت نہیں۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ
یہ آیت سورہ مجادلہ میں بعد میں واقع ہوئی ہے اور وہ آیت پہلے۔ یہ کیسے ہو سکتا
ہے کہ مانعت کی آیت بعد میں نازل ہوئی اور مانعت کے بعد جو واقعہ پیش آیا اس
کے متعلق آیت پہلے نازل ہوئی۔ دراصل مانعت پہلے حدیث کے ذریعہ نازل
ہوئی۔ لوگوں نے اس کی خلاف ورزی کی تو اللہ نے پہلے تنبیہ کی اور تنبیہ کے
بعد پھر اسی حکم کو قرآن مجید میں دہرایا۔

دلیل ۹ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ
أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ
وَتُلُثُّهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ
مَعَكَ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ
وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّنْهُ حُصُوهُ
فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ
مِنَ الْقُرْآنِ ۚ (مزل ۲۰)
بے شک آپ کے رب کو علم ہے کہ
آپ کبھی تقریباً دو تہائی رات،
کبھی نصف رات اور کبھی تہائی
رات نماز پڑھتے رہتے ہیں اور
مؤمنین کی ایک جماعت بھی آپ کے
ساتھ ہوتی ہے۔ اللہ ہی رات و دن
کا وقت مقرر کرتا ہے۔ اللہ کو معلوم

تھا کہ تم اس کو برداشت نہیں کر سکتے
لہذا اللہ نے تمہارے حال پر رحم
کیا۔ اب تم جتنا قرآن آسانی سے
پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تخفیف کا حکم نازل کیا اور تخفیف
اسی صورت میں ممکن ہو سکتی ہے کہ پہلے رات کا قیام فرض کیا گیا ہو۔ لیکن
قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ تہجد کی نماز مومنین
پر فرض کی گئی تھی۔ پس ثابت ہوا کہ تہجد کی نماز کا حکم بذریعہ حدیث دیا گیا تھا۔
لہذا حدیث وحی ہے۔

ایک شبہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ
إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ
مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ ۝ وَ
رَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ إِنَّا
سَنُلْقِيْكَ عَلَيْهِ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝
(مزمل ۱ تا ۵)

اے مزمل! آپ رات کو نماز پڑھا
کریں مگر کھوڑی رات مستثنیٰ ہے۔
نصف رات یا اس سے کچھ کم یا اس
سے کچھ زیادہ دیر تک نماز پڑھا
کریں۔ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں
بیشک ہم آپ پر ایک بھاری بات
کا بوجھ ڈالنے والے ہیں۔

ان آیتوں کو پیش کر کے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مؤمنین کو تہجد کا حکم ان آیات میں دیا گیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا اور یہ کہہ کر دیا گیا تھا کہ آپ کو ایک بھاری بات وحی کی جانے والی ہے۔ گویا ان آیات میں خصوصیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام اللیل کا حکم دیا گیا تھا نہ کہ مؤمنین کو۔ لہذا ان آیات سے مؤمنین پر تہجد کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

دلیل ۱۱ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِ كَرِمَتُ حَظًّا لِّلنَّسَبِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ (نساء ۱۱)

تمہاری اولاد کے ورثہ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ تم کو وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا۔ اگر صرف لڑکیاں ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو ان سب کو کل ترکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اسے نصف ملے گا۔

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ اگر لڑکے نہ ہوں اور دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو انہیں دو تہائی ملے گا اور ایک تہائی باقی بچے گا۔ اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اسے نصف ملے گا اور نصف باقی رہے گا۔

آیت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ باقی بچا ہوا حصہ (یعنی پہلی صورت میں ایک تہائی اور دوسری صورت میں نصف) کہاں تقسیم ہوگا؟

اس کا کیا مصرف ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کا بھی کوئی مصرف بتایا گیا ہوگا لیکن وہ حکم قرآن مجید میں نہیں ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی آیا کرتی تھی۔

دلیل ۱۱ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَهُ
 أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا
 عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا
 مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ۔ (بقرہ ۱۸۷)

اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں کے
 ساتھ خیانت کر رہے تھے پس اللہ تم
 پر متوجہ ہوا اور تمہارا قصور معاف
 کر دیا اب تم عورتوں سے میل جول
 رکھ سکتے ہو اور جو اولاد اللہ نے تمہارے
 لئے مقدر کر دی ہے اسے تلاش
 کر سکتے ہو۔

آیت بالا کے نزول سے پہلے رمضان کی راتوں میں عورتوں کے پاس
 جانا اور کھانا پینا منع تھا۔ بعض لوگوں سے اس میں کوتاہی ہوتی۔ رمضان
 کی رات میں غلطی کر بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس حکم میں تخفیف
 کر دی اور اب روزہ صرف دن کا رہ گیا لیکن تخفیف اسی وقت ہو سکتی ہے
 جب پہلے کوئی سخت حکم دیا گیا ہو اور وہ حکم یہی تھا کہ رمضان کی راتوں
 میں بھی روزہ رکھا کرو۔ صرف مغرب کے وقت کھانے پینے کی اجازت تھی۔
 لیکن وہ حکم قرآن مجید میں کہیں نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ وہ حکم نازل تو ہوا تھا
 لیکن قرآن مجید کے ذریعہ نہیں بلکہ حدیث کے ذریعہ۔ لہذا حدیث وحی ہے۔

ایک اور زاویہ سے حدیث کے وحی ہونیکا قرآنی ثبوت

دلیل ۱۲ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بآذَانِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ ۝ (الشوری - ۵۱)

کسی انسان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے سوائے (۱) وحی کے ذریعہ (۲) یا پردہ کے پیچھے سے (۳) یا اللہ کسی فرشتے کو بھیجے اور وہ اللہ کے حکم سے اس چیز کی جو اللہ چاہے اس انسان کو وحی کرے بیشک اللہ بلند و بالا، حکمت والا ہے۔

اس آیت میں کسی رسول یا نبی تک احکام الہی پہنچنے کے تین طریقے بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) براہ راست وحی کے ذریعہ

(۲) پردہ کے پیچھے سے براہ راست کلام

(۳) اللہ تعالیٰ کے حکم سے وحی کا فرشتہ کے ذریعہ آنا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن مجید ان تین قسموں میں سے کونسی وحی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجِبْرِيلِ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ

آپ کہہ دیجئے جبریل کا دشمن کون ہو سکتا ہے (جبریل) وہی ہے جس نے اللہ کے حکم

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى
وَبُشْرَىٰ لِّمُؤْمِنِينَ ۝

(بقرہ ۹۷)

سے اس قرآن کو آپ کے قلب پر اتارا
ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے
اور مؤمنین کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

(۲) وَإِنَّهُ لَنَزَّلُ رَبِّ
الْعَالَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ
الْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ
مِنَ الْمُنذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ
مُبِينٍ ۝ (شعراء ۱۹۲ تا ۱۹۵)

یہ قرآن رب العالمین نے نازل فرمایا
ہے اس کو امانت دار فرشتہ لے کر
نازل ہوا ہے۔ آپ کے قلب پر اس کو
واضح عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے
تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔

آیات بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن وحی کی تیسری قسم ہے۔ اب وحی
کی دو قسمیں باقی رہ جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں
ان کا بھی استعمال ہوا ہوگا۔ اور وہ حدیث کے نزول ہی میں ہو سکتا ہے۔ لہذا
حدیث بھی منزل من اللہ وحی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ | یہاں یہ شبہ وار دیا جاتا ہے کہ ان دونوں قسم
سے وحی نبوت مراد نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت زیر بحث کے بعد ہی
دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوحًا
مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِىٰ مَا
اَلَكْتُبُ وَلَا الْاِيْمَانُ

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے
حکم کی وحی کی (اس سے پہلے) آپ نہیں
جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان

کیسا ہوتا ہے۔

(شوریٰ ۵۲)

وحی کی تینوں اقسام کا ذکر کرنے کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس ہی طرح سے یعنی ان ہی تینوں طریقوں سے ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے جو ہمارے احکام کی ترجمانی کرتی ہے لہذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تینوں اقسام وحی سے امر الہی نازل ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ قرآن مجید صرف ایک قسم کی وحی ہے لہذا باقی اقسام وحی سے صرف حدیث نازل ہوئی اور اگر احادیث کو ان اقسام وحی میں سے شمار نہیں کیا جائے تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ بقیہ دو اقسام کی وحی کہاں غائب ہو گئی۔ وہ احکام کہاں گئے۔ کیونکہ ان کا غائب ہونا ناممکن ہے لہذا حدیث کو وحی ماننا ناگزیر ہے۔

قرآن مجید کے ایک اور زاویہ سے حدیث کے وحی ہونے کا ثبوت

دلیل ۱۳

ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ”اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ بتاؤ تم کیا کہتے ہو۔“ کہا: ”اے ابا جان جو حکم آپ کو ملا ہے اُسے کر گزریئے۔“

قَالَ يَبْنَىٰ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ
أَنِّي أَدْبَحُكَ فَأَنْظُرُ مَاذَا تَرَىٰ
قَالَ يَا بَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ط
(صافات ۱۰۲)

ابراہیم علیہ السلام ایک خواب دیکھتے ہیں اور خواب کو حکم الہی سمجھ کر اٹھیل علیہ السلام سے اس کا ذکر کرتے ہیں۔ اٹھیل علیہ السلام بھی یہی سمجھتے ہیں کہ

یہ حکم الہی ہے۔ دونوں مقدس ہستیوں نے خواب کو وحی الہی سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر فرما کر تائید کر دی جس سے یہ معلوم ہوا کہ پیغمبر جو خواب بھی دیکھے وہ وحی ہے اور امر الہی ہے۔ آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کتاب آسمانی کے علاوہ بھی رسول کے پاس وحی آتی ہے۔ یہ ایک خواب تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا۔ خواب میں صرف ایک فعل دیکھا تھا، جو حکم دیا جا رہا تھا اس کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے پاس سے نازل نہیں ہوئے تھے۔ اگر الفاظ نازل ہوتے تو ابراہیم علیہ السلام یہ فرماتے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم الہی الفاظ کی صورت میں نازل نہیں ہوا صرف حکم الہی کا مفہوم تھا جو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی سمجھ میں آیا۔ اب اس حکم کے متعلق یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ صحیفہ ابراہیمی میں بھی یہ حکم موجود تھا۔ کیونکہ صحیفہ ابراہیمی میں موجود ہونے کے لئے الفاظ چاہئیں اور الفاظ نازل نہیں ہوئے اور یہ ہونہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے مفہوم کو ابراہیم علیہ السلام اپنے الفاظ میں ادا کر کے صحیفہ آسمانی میں شامل کر دیتے لہذا ثابت ہوا کہ یہ حکم صحیفہ میں نہیں تھا بلکہ حدیث تھی جو نازل ہوئی تھی۔

نتائج | اس آیت سے دو نتیجے برآمد ہوئے :-

(۱) صحیفہ ربانی کے علاوہ بھی وحی آتی تھی۔ اسی وحی کو حدیث کہتے ہیں۔

(۲) احادیث کا اگر صرف مفہوم محفوظ ہو تو یہ بھی کافی ہے۔ الفاظ کے

محفوظ ہونے پر اصرار کرنا لایعنی ہے۔

انتباہ | اس کا یہ مطلب نہیں کہ احادیث کے الفاظ محفوظ نہیں ہیں۔ صحابہ

کرام اور ان کے بعد تمام محدثین نے اس ہی بات کی کوشش کی ہے کہ الفاظ محفوظ رہیں۔ فن حدیث کے تقریباً تمام شعبے الفاظ حدیث ہی کی حفاظت کے لئے وضع ہوئے ہیں محدثین نے صرف مفہوم ہی کی حفاظت نہیں کی بلکہ اگر کہیں دو ہم معنی لفظوں میں شبہ ہوا تو دونوں نقل کر دیئے۔ حدیث کے طلباء اس سے بخوبی واقف ہیں۔ محدثین نے باوجود مفہوم جاننے کے اصل الفاظ یاد نہ رہنے پر کسی حدیث کو اپنے الفاظ میں ادا نہیں کیا بلکہ صاف صاف کہہ دیا کہ فلاں لفظ یاد نہیں یا فلاں بات یاد نہیں۔ مثلاً ایک محدث ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے اوقات بیان کرتے ہیں تو چار نمازوں کے اوقات بیان کرتے ہیں اور مغرب کی نماز کا وقت بیان نہیں کرتے اور صاف کہہ دیتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ صحابی نے کن الفاظ میں مغرب کی نماز کا وقت بیان کیا تھا (صحیح بخاری و صحیح مسلم) مغرب کی نماز کا وقت بچہ بھی جانتا ہے کہ کب ہوتا ہے اور کب نماز پڑھی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے الفاظ میں ادا نہیں کیا۔ حالانکہ اگر وہ ایسا کر دیتے تو کوئی مضائقہ نہ تھا خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ وہ الفاظ صحابی کے الفاظ تھے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جن محدثین نے صحابیوں کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کی اتنی حفاظت کی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کی حفاظت کتنی دیانتداری سے کی ہوگی۔ محدث مذکور نے صحابی کے الفاظ یاد نہ ہونے پر مفہوم کو اپنے ہی الفاظ میں ادا نہیں کیا بلکہ اُن الفاظ میں بھی ادا کرنا گوارا نہیں کیا جن الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز مغرب ادا کرنے کا وقت

دوسری حدیثوں میں موجود ہے۔ کیا ان کی دیانت داری میں اب بھی کوئی شبہ ہے؟

انتباہ ثانی | کسی محدث کے بھول جانے سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے کہ وہ حدیث غیر محفوظ ہوگئی بلکہ دوسری سندوں میں وہی چیز محفوظ مل جاتی ہے۔ ایک ہی حدیث کی اکثر پانچ پانچ دس دس، بیس بیس بلکہ بعض احادیث کی پچاس پچاس سو سو سندیں ہوتی ہیں۔ لہذا حدیث کے الفاظ کا کسی ایک سند میں غیر محفوظ ہو جانا کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ تمام سندوں کے لحاظ سے متن حدیث یا مفہوم حدیث بالکل محفوظ اور یقینی ہو جاتا ہے۔ اس طرح احکام الہی کا وہ حصہ جو قرآن کے علاوہ نازل ہوا تھا محفوظ ہو جاتا ہے۔

انتباہ ثالث | جب کسی محدث کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے اپنی کتاب کو تالیف کیا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسناد کے لحاظ سے چھ لاکھ احادیث تھیں اور ان اسناد میں سے جو بہترین سندیں تھیں ان کو اس نے اپنی کتاب میں داخل کیا۔ محدثین کی اصطلاح میں اگر ایک متن حدیث سو سندوں سے مروی ہو تو یہ سو حدیثیں کہلائیں گی۔ لہذا کئی لاکھ کی گنتی سے یہ دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کہ اتنی حدیثیں کہاں سے آگئیں۔ وہ حدیثیں نہیں ہوتیں بلکہ سندیں ہوتی ہیں۔

قرآن مجید کے ایک اور زاویہ سے حدیث کے وحی ہونے کا ثبوت

دلیل ۱۴ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَ
الْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ
تَعْلَمُ (نساء ۱۱۳)
منکرین حدیث کے رہنما پرویز کا ترجمہ:
”اللہ نے تم پر کتاب و حکمت نازل
کر دی ہے اور وہ باتیں سکھا دی ہیں
جو تم نہیں جانتے تھے۔ (معارف

القرآن ج اول ص ۱۶۳)

آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کے علاوہ ایک اور چیز بھی
نازل فرمائی تھی اور وہ حدیث ہی ہو سکتی ہے۔ لہذا حدیث وحی ہے۔
منکرین حدیث کی غلط فہمی | منکرین حدیث کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صرف
ایک چیز نازل کی ہے اور وہ قرآن مجید ہے۔ کتاب و حکمت کئے بیچ میں جو
واوہے وہ وائے تفسیری ہے۔ وائے عطف نہیں ہے۔ ان لوگوں کے اس
قول کے مطابق آیت کے معنی یہ ہونے چاہئیں۔

”اللہ نے آپ پر کتاب نازل کر دی ہے یعنی حکمت نازل کر دی ہے۔
یعنی وہ باتیں سکھا دی ہیں جو آپ نہیں جانتے تھے۔“

واو کو تفسیری قرار دینے کے بعد تین علوم کو ایک کر دیا گیا اور اس طرح
حدیث کے نزول سے انکار کر دیا گیا۔

واو کو تفسیری قرار دینے کے بعد جو ترجمہ ہوتا ہے وہ آپ کے سامنے
ہے۔ کیا اس ترجمہ میں کسی قسم کی بلاغت پائی جاتی ہے اگر نہیں اور ہرگز نہیں
تو یہ ترجمہ ہی غلط ہے اور اسی وجہ سے پرویز نے یہ ترجمہ نہیں کیا۔ کلام میں
بلاغت پیدا کرنے کے لئے کم از کم ایک واو کو وائے عطف ماننا لازمی ہے

اور اگر ایک واؤ کو بھی وائے عطف مان لیا تو پھر کم از کم دو چیزوں کا نزول ثابت ہو جائے گا اور یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ حدیث بھی منزل من اللہ ہے۔

اگر ہم اس جگہ واؤ کو وائے تفسیری ہی مان لیں تو یہ قرآن میں ایک دو جگہ تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کتاب کی تفسیر حکمت سے کر دے لیکن جب ایک دو جگہ نہیں بلکہ متعدد مقامات پر ان دونوں لفظوں کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہو تو کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ کتاب کی تفسیر حکمت سے کی گئی ہے۔ کیا ایک مرتبہ تشریح کرنا کافی نہیں تھا۔ قرآن مجید میں مذکورہ بالا آیت کی طرح دوسرے مقامات پر بھی کتاب کے ساتھ لفظ حکمت کو دہرایا گیا ہے۔ کہیں اس کی جگہ لفظ حکم کا ذکر کیا گیا ہے اور کہیں کسی اور مترادف لفظ کو بیان کیا گیا ہے۔ حکمت کے معنی ”دانش، عدل۔ کسی چیز کی حقیقت کو دریافت کرنا۔ حکم کے معنی ”دانش۔ حکمت“ (رُنتی الارب فی لغات العرب) لہذا حکمت اور حکم مترادف لفظ ہوئے۔ اسی طرح میزان جس کے معنی عدل ہوتے ہیں حکمت کے مترادف ہے۔

اب وہ آیتیں ملاحظہ ہوں جن میں حکمت یا حکم یا میزان وارد ہوا ہے۔

دلیل ۱۵ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

کَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا
جیسے کہ ہم نے تم لوگوں میں تم ہی میں سے
مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا
ایک رسول مبعوث فرمایا جو تمہارے
وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ
سامنے ہماری آیتیں تلاوت کرتا ہے،

وَالْحِكْمَةَ وَیُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ○
(بقرہ ۱۵۱)

تمہیں پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تم کو ایسی ایسی باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

پرویز نے ترجمہ اس طرح کیا ہے :-
”تمہیں کتاب و حکمت سکھاتا یعنی وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔“ (معارف القرآن جلد اول ص ۱۶۳)

گویا پرویز نے بھی پہلی واؤ کے معنی، ”یعنی“ نہیں کئے اور وہ غالباً بلاغت کلام کی وجہ سے مجبور تھے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو معنی اس طرح ہو جاتے۔
”وہ تمہیں کتاب کی یعنی حکمت کی تعلیم دیتا ہے یعنی وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔“

اور یہ معنی قطعاً بلاغت کے منافی ہیں۔ لہذا کتاب و حکمت دو چیزیں ہیں نہ کہ ایک چیز۔

دلیل ۱۶ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ○ (بقرہ ۲۳۱)

اور اللہ کی اُس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر نازل فرمائی ہے اور اس چیز کو بھی یاد کرو جو اللہ نے تم پر کتاب و حکمت میں سے نازل فرمائی ہے۔ اللہ اس (نازل کردہ شریعت) کے ذریعہ

تمہیں نصیحت کرتا ہے، اللہ سے
ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ ہر چیز
سے واقف ہے۔

شبہ | ”یہ“ میں ضمیر واحد استعمال ہوا ہے لہذا کتاب و حکمت ایک
چیز ہونی چاہئے۔

شبہ کا ازالہ | ضمیر کا مرجع ”وَمَا أَنزَلْ“ ہے جو واحد ہے لہذا یہ ضمیر کتاب
و حکمت کے دو چیزیں ہونے سے مانع نہیں۔

دلیل ۱۷ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
وَعَلَّمَنَاهُ مِمَّا يَشَاءُ
اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو
ملک دیا۔ اور حکمت دی اور جو چاہا
سکھایا۔
(لقرة ۲۵۱)۔

اس آیت میں بھی بادشاہت کے علاوہ دو چیزوں کے دئے جانے کا
ذکر ہے۔ ”ایک حکمت“ اور ”ایک چیز اور“، اگر واؤ کو وائے تفسیری مانا جائے
تو آیت کے معنی یہ ہوں گے۔

”اللہ نے داؤد علیہ السلام کو ملک دیا یعنی حکمت دی یعنی جو چاہا سکھایا“
اور یہ معنی بالکل مضحکہ خیز ہیں۔ لہذا داؤد علیہ السلام کو بھی دو چیزوں کا علم
دیا گیا تھا۔

دلیل ۱۸ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
”اور اللہ عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب

وَالْتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ○ اور حکمت اور توریت اور انجیل
(آل عمران ۴۸) کی تعلیم دے گا۔

اگر واؤ کو وائے تفسیری مانا جائے تو معنی اس طرح ہوں گے۔ ”اللہ انہیں کتاب یعنی حکمت یعنی توریت یعنی انجیل کی تعلیم دیگا“ ظاہر ہے کہ توریت اور انجیل ایک نہیں بلکہ انجیل ایک مستقل کتاب ہے اور جب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کتاب کے علاوہ حکمت بھی سکھائی اور توریت کے علاوہ انجیل کی بھی تعلیم دی تو ثابت ہو گیا کہ تعلیم ایک چیز کی نہیں دی گئی تھی یہ بات بالکل عجیب و غریب ہوگی کہ تین ”داؤن“ میں سے صرف ایک واؤ کو تفسیری مانا جائے اور باقی دو کو واؤ عطف۔ پھر یہ عجیب و غریب سوال بھی سامنے آتا ہے کہ اگر توریت اور انجیل دونوں کتابیں ہی تھیں تو ایک نبی کو دو کتابیں کیوں دی گئیں۔ کیا ایک ہی کتاب کافی نہیں تھی باوجود اس کے کہ توریت قرآن مجید کی رو سے ایک مفصل اور کامل کتاب تھی اس میں ہر چیز کا بیان تھا۔ اگر توریت کا کامل اور مفصل ہونا کسی اور وحی کا مانع نہیں تو قرآن مجید باوجود کامل اور مفصل ہونے کے کسی اور وحی کا مانع کیسے ہو سکتا ہے۔؟ (مفصل اور کامل کی بحث آگے آرہی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیے)۔

دلیل ۱۹ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَإِذَا خَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ
لَمَّا أَتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ
ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ
لِأُولَئِكَ جِئْتُمْ بِالنَّبِيِّينَ
وَأُولَئِكَ جِئْتُمْ بِهِمْ
وَاللَّهُ يَخْتَارُ
وَاللَّهُ يَخْتَارُ

لَمَّا مَعَكُمْ تَتَوَمَّنُونَ بِهِ
وَلْتَنْصِرْ لَهُ (آل عمران ۸۱)

آئے جو تمہاری شریعت کی تصدیق
کرتا ہو تو تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا
اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔

آیت بالا سے واضح ہوا کہ ہر رسول کو اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں دیں۔
کتاب اور حکمت۔

دلیل ۱۲۱ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ
أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ
وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا
مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○
(آل عمران ۱۶۴)

تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بڑا احسان
کیا کہ ان ہی میں سے ان میں ایک رسولؐ
مبعوث فرمایا جو ان کے سامنے اللہ
کی آیات تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیہ
نفس کرتا ہے اور انہیں کتاب اور
حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے
پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں بھی دو چیزوں کے دیئے جانے کا ذکر ہے۔

دلیل ۱۲۲ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى
مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ
فَقَدْ أَتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا

کیا اہل کتاب، مسلمین سے اُس چیز
پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے
فضل سے ان کو عطا فرمائی۔ تو یقیناً
ہم نے (پہلے بھی) آلِ ابراہیم کو کتاب
اور حکمت عطا کی تھی۔

عَظِيماً ۝ اور حکمت دی تھی اور ان کو ملک عظیم
(نساء ۵۴) دیا تھا۔

اس آیت میں بھی دو چیزوں کے دئے جانے کا ذکر ہے۔

دلیل ۲۲ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (اے عیسیٰ) وہ وقت یاد کرو جب
وَالْتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ میں نے تمہیں کتاب اور حکمت کی
تعلیم دی تھی اور توریت اور انجیل
(مائدہ ۱۱۰) کی تعلیم دی تھی۔

عیسیٰ علیہ السلام سے یہ خطاب میدانِ محشر میں ہوگا۔ کیا وہاں بھی
اس بات کی ضرورت ہوگی کہ کتاب کی تشریح حکمت سے دردی جائے
میا دا عیسیٰ علیہ السلام یا حاضرینِ محشر کتاب کی غلط تفسیر کر بیٹھیں۔
کیونکہ میدانِ محشر میں تشریح کی ضرورت نہیں لہذا یہ آیت اس بات
کا کھلا ثبوت ہے کہ کتاب اور حکمت دو چیزیں ہیں۔

دلیل ۲۳ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ اتَّيْنَاهُمْ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ان رسولوں کو ہم نے کتاب اور حکم
اور نبوت دی تھی۔

(انعام ۸۹)

نوٹ: حکم اور حکمت ہم معنی ہیں جیسا کہ اوپر لغت کے حوالہ
سے بتایا جا چکا ہے۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو دو چیزیں دی گئی تھیں۔

دلیل ۲۴ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُونِ اللَّهِ (آل عمران ۷۹) کہ اللہ کے علاوہ میرے بھی بندے بن جاؤ۔

اس آیت میں بھی نبوت کے مرتبہ کے ساتھ دو چیزوں کے دئے جانے کا ذکر ہے۔

دلیل ۲۵ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (یوسف ۲۲) اور جب یوسف (علیہ السلام) جوان ہوئے تو ہم نے ان کو حکم اور علم دیا اور محسنین کو ہم اسی طرح جزا دیا کرتے ہیں۔

دلیل ۲۶ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يُحْيِي خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (مریم ۱۲) اے بچی! کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور حکم تو ہم نے ان کو بچپن ہی میں دے دیا تھا۔

یہ حکم آخر کیا چیز تھی جو کتاب سے پہلے دے دی گئی تھی؟ کیا یہ اس بات کا کھلا ثبوت نہیں ہے کہ کتاب اور حکمت علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔

دلیل ۲۷ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ طَأَّ اثْنَتَا عَشْرَةَ نَجْمًا وَلَوْ طَأَّ اثْنَتَا عَشْرَةَ نَجْمًا
(انبیاء ۷۴) اور لو ط (علیہ السلام) کو ہم نے حکم دیا اور علم دیا تھا۔

اس آیت میں بھی دو چیزیں دئے جانے کا ذکر ہے۔

دلیل ۲۸ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكَلَّا اثْنَتَا عَشْرَةَ نَجْمًا (انبیاء ۷۹) اور سب نبیوں کو ہم نے حکم اور علم دیا۔

دلیل ۲۹ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَآتَىٰ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ○
إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا
تَعْبُدُونَ ○ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا
فَنَظَّلُ لَهَا عَاكِفِينَ ○ قَالَ
هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ○
أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يُضُرُّون ○
قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَالِكَ
يَفْعَلُونَ ○ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ
مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ○ أَنْتُمْ وَ
آبَاؤُكُمْ الْأَقْدَمُونَ ○ فَإِنَّهُمْ

اور (اے رسول) ان سے ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ بیان کیجئے جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ کہنے لگے ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور انہی کے سامنے بیٹھے رہتے ہیں۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کیا یہ تمہاری بات سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو یا تمہیں نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ کہنے لگے ہم نے تو اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے پایا،

عَدُوِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ○ (حضرت) ابراہیم نے فرمایا کیا تم نے
 الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ○ دیکھا کہ جن کی تم اور تمہارے باپ دادا
 وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ○ عبادت کرتے رہے ہیں یقیناً وہ سب میرے
 مَرْضَاتٌ فَهُوَ يَشْفِينِ ○ دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے۔ وہی
 وَالَّذِي يُمَيِّتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ○ ہے جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی مجھے ہدایت
 وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْضِرَ لِي خِطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ○ دیتا ہے۔ وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اور
 هَبْ لِي حُكْمًا وَالْحَقِّقْ بِالصَّالِحِينَ ○ جب بیمار ہوتا ہوں تو شفا دیتا ہے۔
 لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ○ وہی مجھے موت دے گا۔
 (شعراء ۶۹ تا ۸۴)

اُسی سے امید ہے کہ روزِ حساب میری
 خطائیں معاف فرمائیں گے (پھر ابراہیم
 علیہ السلام نے اس طرح دعا کی) اے
 میرے رب مجھے حکم عطا کر، مجھے
 صالحین کے ساتھ ملا دے اور بعد
 والوں میں میرا ذکر خیر چھوڑ دے۔

ابراہیم علیہ السلام کا وعظ ملاحظہ فرمائیے اور پھر ان کی پیغمبرانہ دعا
 پڑھیے۔ آیات بالا سے ثابت ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام نبوت اور کتاب ملنے
 کے بعد دعا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے ”حکم“ بھی عطا کر دے یعنی کتاب کی
 عملی تشریح اور متعلقہ علوم سے بھی مشرف فرما، لہذا ثابت ہوا کہ حکمت، کتاب
 کے علاوہ کوئی چیز ہے۔

دلیل ۳۰ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَآءِيلَ
الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ
(جاثیہ ۱۶)

(منکرین حدیث کے سربراہ پرویز کا ترجمہ) ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (قانون) اور حکمت و نبوت عطا کی تھی۔

(معارف القرآن جلد ۴ ص ۶۲)

پرویز کے ترجمہ سے ظاہر ہے کہ کتاب کوئی اور چیز ہے اور حکمت کوئی اور چیز۔ دونوں ایک نہیں۔

دلیل ۳۱ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ
وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ
وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ
بِالْقِسْطِ (حدید ۲۵)

یقیناً ہم نے رسولوں کو معجزات کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل فرمایا تھا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو کتاب کے علاوہ ایک اور چیز دی گئی تھی۔

دلیل ۳۲ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اللَّهُ الَّذِي أَنزَلَ الْكِتَابَ
بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ (شوریٰ ۱۷)

اللہ ہی ہے جس نے کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا اور میزان کو بھی حق کے ساتھ نازل کیا۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وستم کی طرف دو چیزیں نازل فرمائی تھیں۔ ایک کتاب۔ دوسری میزان یعنی ترازوئے عدل جس کے ذریعہ کتاب کی تشریح کو اقراط و تفریط سے محفوظ رکھا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً
وَسَطًا (بقرہ ۱۴۳)

الغرض اللہ تعالیٰ نے کتاب کے ساتھ ایک اور چیز نازل فرمائی جس کے ذریعے اہل اسلام حدودِ اعتدال سے تجاوز نہ کریں۔ قوانین کتاب کو سمجھیں اور اس کو اس اعتدال پر قائم رکھیں جس اعتدال پر رکھنا منشاء الہی ہے۔ آیاتِ قرآنیہ کو قیاس و آراء، افکار و نظریات کی بھینٹ نہ چڑھایا جاسکے۔ اسی میزان کو دوسرے لفظوں میں تشریحِ قوانین کہہ لیجئے، کتاب کی عملی تشریح کہہ لیجئے یا احادیث کہہ لیجئے۔ مطلب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احادیث کو ساتھ ہی نازل فرمادیا تاکہ قوانین کو من مانی تاویلات اور آراءِ فاسدہ سے محفوظ رکھا جاسکے اور امت قانون کی مختلف تعبیریں کر کے فرقہ بندی کی لعنت میں نہ گرفتار ہو جائے اور اسی مفہوم کے لحاظ سے احادیث کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ قرآن پر قاضی ہیں۔

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ | ”احادیث قرآن پر قاضی ہیں“ اس

کا مطلب بعض لوگوں نے غلط سمجھا اور اس کو اس طرح پیش کیا کہ قرآن بحیثیت مجرم کے احادیث کی عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہے۔ اب جو فیصلہ قاضی یعنی حدیث سنائے اس مجرم کو سننا پڑے گا اور اس کے مطابق اس مجرم کے ساتھ

عمل درآمد ہوگا۔“ الفاظ کے ہیر پھیر اور مسجع اور مقفی عبارت کے ساتھ اس غلط فہمی کو اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا کانپ اٹھتا ہے اور ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے حدیث کو قاضی بنایا تھا غلط رائے قائم کر لیتا ہے، حالانکہ بات درحقیقت اتنی ہے کہ ”رموز مملکت خویش خسرواں اند“ کے بمصداق شاہی فرمان کا مطلب وزیر اعظم سے زیادہ کون اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ جو شخص بادشاہ کا مصاحب خاص ہوتا ہے اور بادشاہ کے مزاج و منشار سے واقف ہوتا ہے اگر وہ ایسے وقت میں جب کہ عوام الناس شاہی فرمان کو سمجھنے میں غلطی کریں، کوئی کچھ اور کوئی کچھ معنی سمجھے، ان کو ان کی غلطی پر متنبہ کرے اور فرمان شاہی کا صحیح مفہوم سمجھا دے تو یہ مفہوم درحقیقت ان تمام اختلافات میں فیصلہ کن ہوگا جو ان لوگوں کے درمیان پیدا ہو گئے تھے۔ یہ بے حدیث کے قاضی ہونے کا مطلب۔ اس سے قرآن مجید کا طزم ہونا اور تحقیر کلام الہی کہاں لازم آتی ہے۔ مزید وضاحت کے لئے ایک مثال ^{خطہ} فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ - صَلٰوةَ قَائِمٌ كَرُوْا -

فرض کیجئے صلوٰۃ کے معنی میں اختلاف ہوتا ہے اور مندرجہ ذیل معافی
کئے جاتے ہیں۔

(۱) نماز جو مسلمان میں متعارف ہے۔

$$s_k, (r)$$

(۳) تبیح

(۴) درود

(۵) رحمت

(۶) پریڈ (کراچی میں محمد احمد بٹلانی یہی معنی کئے ہیں)

(۷) نظام ربوبیت (اشتراکیت)۔ لاہور کے ایک صاحب نے یہی

معنی کئے ہیں اور تجد و پسند حضرات نے اسے پسند کیا ہے۔

(۸) کو لے ہلانا۔ یعنی اقیما الصلوٰۃ کے معنی یہ ہوئے کہ ”محفلِ رقص

قائم کرو۔“

ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق معنی کرے گا۔ صلوٰۃ کی روح فنا ہو جائے

گی۔ مختلف تعبیروں کی وجہ سے مختلف قسم کے اعمال بلکہ بے دینی پھیلے

گی۔ افتراق اور اختلاف کی آگ بھڑک اُٹھے گی۔ امت مختلف فرقوں

میں بٹ جائے گی (جیسا کہ تقلید شخصی کی وجہ سے ہو چکا ہے) لہذا اس

خرابی کا صرف ایک ہی علاج ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ ان آٹھ معانی میں سے

وہ معنی صحیح سمجھ لئے جائیں جو خود اس ہستی نے بتائے ہیں جس پر یہ حکم نازل

ہوا تھا اور جس پر یہ آٹھ قسم کے معنی کرنے والے ایمان بھی لاکھے ہیں۔ اس کی

ذات پر متفق بھی ہیں۔ اسی ہستی کے قول و فعل سے یہ فیصلہ ہو سکتا ہے کہ

صحیح معنی کیا ہیں۔ حدیث اس بات کا فیصلہ کرنے والی ہے (یعنی قاضی ہے)

کہ ان معانی میں سے کون سے معنی صحیح ہیں۔ یہ ہے اس مقولہ کا اصل مفہوم

کہ ”حدیث قرآن پر قاضی ہے“

دلیل ۳۳ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ
رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا
مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

اللہ ہی ہے جس نے اُمی لوگوں میں نبی
میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو
ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت
کرتا ہے، ان کو پاک کرتا ہے اور ان
کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے
اور اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں
تھے۔

اس آیت میں بھی دو چیزوں کی تعلیم کا ذکر ہے۔

دلیل ۳۴ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَشَدَّدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ
وَفَصَّلَ الْخُطَابَ (ص ۲۰)

اور ہم نے داؤد کی حکومت کو مضبوط
کر دیا تھا اور ہم نے ان کو حکمت دی
تھی اور قول فیصل دیا تھا۔

گویا داؤد علیہ السلام کو بھی دو چیزیں عطا ہوئی تھیں۔

دلیل ۳۵ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَإِذْ كُنَّا مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ
مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ

اور اس چیز کا ذکر کیا کرو جو تمہارے
گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے۔ اللہ
کی آیات میں سے اور حکمت میں سے۔

(احزاب ۳۴)

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں

میں دو چیزوں کی تلاوت ہوتی تھی۔ آیات اللہ کی اور حکمت کی۔ لہذا حکمت

قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز تھی۔

حدیث کے وحی ہونے کی معرکہ الآراء دلیل ۳۶ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسمعیل علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کے وقت یہ دعا کی تھی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا
مِنْهُمْ يَتْلُوَا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ ○ (بقرہ ۱۲۹)

اے ہمارے رب ان لوگوں میں انہی
میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرما
جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے
اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے
اور ان کو پاک کرے۔ بے شک تو
زبردست، حکمت والا ہے۔

اس آیت میں بھی کتاب کے ساتھ لفظ ”حکمت“ موجود ہے۔ اب اگر
اس دعا میں واؤ کو وائے تفسیری مانا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ابراہیم
علیہ السلام اور اسمعیل علیہ السلام نے اس طرح دعا کی کہ ”اے اللہ ایسا رسول
مبعوث فرما جو لوگوں کو کتاب کی تعلیم دے یعنی حکمت کی تعلیم دے“ گویا
ابراہیم علیہ السلام اور اسمعیل علیہ السلام یہ سمجھے کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو
بھی تشریح کی ضرورت ہے۔ اگر بات واضح نہیں ہوتی تو غلط فہمی کا اندیشہ
ہے اور یہ چیز بالکل لغو ہے۔ نہ اللہ کو تفسیر کی ضرورت ہے اور نہ اسے غلط فہمی
ہو سکتی ہے۔ نہ ابراہیم علیہ السلام اور اسمعیل علیہ السلام ایسا گمان کر سکتے
ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ”واؤ“ عطف کا ہے نہ کہ تفسیری۔ لہذا نہ صرف اس

آیت میں بلکہ مندرجہ بالا تمام آیتوں میں حکمت سے کتاب کے علاوہ کوئی دوسری چیز مراد ہے۔

خلاصہ | ان تمام آیات بینات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو چیزیں نازل کیں۔ ایک کتاب، دوسری حکمت اور یہ دوسری چیز سوائے حدیث کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ لہذا یہی وہ دانش ہے۔ یہی وہ عدل و میزان ہے جس کے ذریعے قرآن مجید کی آیات کی حقیقت دریافت کی جاتی ہے۔ حدیث ہی کے ذریعے قرآن مجید کی آیات میں اعتدال و توازن برقرار رہتا ہے ورنہ ہر فتنہ پرور قرآن مجید کو بازیچہ اطفال بنالیتا اور قرآن مجید کا مفہوم افراط و تفریط کا شکار ہو جاتا۔ یہی وہ علمی توازن ہے جو حکمت کے لغوی معنوں میں پایا جاتا ہے جو دلیل ۱۴ کے تحت بیان کئے گئے ہیں۔

ایک اور طرز سے

حدیث کے وحی ہونے کا قرآنی ثبوت

انبیاء سابقین پر کتاب کے علاوہ وحی کا نزول

دلیل ۱۳ | آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد باری ہے۔

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَ
زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا
رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا
اور ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری
بیوی جنت میں رہو اور خوب با رغبت
کھاؤ جہاں سے تمہارا جی چاہے

هَذِهِ الشَّجَرَةُ - (بقرہ ۳۵) لیکن اس درخت کے قریب بھی مت جانا۔

فَاَكْلًا مِنْهَا (طہ ۱۲۱) ان دونوں نے اس درخت میں سے کھایا۔

وَعَطَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَخَوَىٰ (طہ ۱۲۱) آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور ہلک گئے۔

فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ○ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبَعَ هُدَايَ فَلَا يَخَوْفُ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (بقرہ ۳۷-۳۸)

آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے، پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے، رحم کرنے والا ہے۔ ہم نے کہا تم سب یہاں سے نیچے جاؤ۔ پھر جب کبھی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو لوگ اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کو نہ خوف ہوگا نہ غم ہوگا۔

آیات بالا سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے اترنے کا حکم دیتے وقت یہ خبر آدم علیہ السلام کو دی تھی کہ تمہارے پاس میری ہدایت وقتاً فوقتاً آتی رہے گی۔ یعنی کتاب الہی نازل ہوتی رہے گی، لیکن یہ خبر اور اس سے پہلے چند کلمات کی تلقین اور اس سے بھی پہلے جنت میں کھانے کی اجازت

اور ایک خاص درخت میں سے کھانے کی ممانعت، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس وقت کی تھی جب کہ ان کو کوئی کتاب نہیں ملی تھی۔ کتاب دینے کا ابھی وعدہ ہی کیا جا رہا تھا۔ لیکن باتیں، ہدایات، تحلیل و تحریم کے احکام پہلے سے جاری تھے۔ لہذا ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام کے پاس کتاب کے علاوہ بھی وحی آتی تھی۔

دلیل ۳۸ | ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلَنَا إِبْرَاهِيمَ
بِالْبُشْرَى فَبَشَّرْنَاهَا
بِاسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ
يَعْقُوبَ ۚ قَالَتْ يَوِیْلَتِي
أَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي
شَيْخًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۝
قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ
..... يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۝
يَا إِبْرَاهِيمُ اعْرِضْ عَنْ هَذَا
(ہود ۶۹ تا ۷۶)

اور تحقیق ہم نے فرشتے ابراہیم کے
پاس بشارت لے کر آئے.... پھر
ہم نے زوجہ ابراہیم (علیہ السلام) کو
اسحاق اور ان کے بعد یعقوب کی
خوشخبری دی۔ (زوجہ محترمہ کہنے لگیں)
افسوس! میرے اب بچہ ہو گا حالانکہ
میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر
بھی بوڑھے ہیں، یہ تو بڑی عجیب بات
ہے۔ فرشتوں نے کہا تم اللہ کے حکم
پر تعجب کرتی ہو؟..... (پھر)

ابراہیم (علیہ السلام) ہم سے قوم لوط
کے بلے میں جھگڑنے لگے.....
(ہم نے) کہلے ابراہیم اس سے

اعراض کرو۔

ان آیات میں بعض جگہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے اور بعض جگہ فرشتے اور کیونکہ فرشتے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے لہذا فرشتوں کی خوشخبری وغیرہ سب من جانب اللہ وحی تھی۔

مذکورہ بالا مکالمہ کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کتاب الہی میں تھا۔ ایسی باتوں سے کتاب الہی کو کیا تعلق؟ لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ یہ کتاب اللہ کے علاوہ کوئی دوسری وحی تھی جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ یا اس کے فرشتے ابراہیم علیہ السلام سے بات کر رہے تھے۔

دلیل ۳۹ | یوسف علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهٖ وَاجْتَمَعُوا
اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیْبَتِ الْجُبِّ
وَ اَوْحٰیْنَآ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ
بِمُرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا
یَشْعُرُوْنَ ۝ (یوسف ۱۵)

جب یوسف (علیہ السلام) کے بھائی
ان کو لے کر چلے اور سب نے اس بات
پر اتفاق کیا کہ ان کو کسی کنویں کی
گہرائی میں ڈال دیں تو ہم نے یوسف
کی طرف وحی بھیجی کہ تم ان کو ان کے
اس کام کی خبر دو گے اور وہ جانتے
نہ ہوں گے۔

یوسف علیہ السلام ابھی بچے ہیں۔ نبوت بھی ابھی نہیں ملی ہے کیونکہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشَدَّ عَاقِبَتِهٖ هٰکُنَّا

اور جب یوسف جوان ہوئے تو ہم

وَعَلَّمَا (یوسف ۲۲) نے ان کو حکم و علم دیا۔
 یوسف علیہ السلام کو جوان ہونے کے بعد نبوت ملی لیکن نبوت ملنے
 سے پہلے اور کتاب الہی کے نزول کے قبل اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی میں ان کی
 طرف وحی بھیجی اور ان کو مطلع کر دیا کہ وہ اُن کے اس کام سے اُن کو آئندہ
 زمانہ میں کسی وقت باخبر کریں گے۔ اس آیت میں بھی کتاب کے علاوہ دوسری
 وحی کا ذکر ہے۔

دلیل ۱۴ | موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشادِ گرامی ہے۔
 فَلَمَّا أَشْمَأُوذَىٰ يَمُوسَىٰ ۝ جب موسیٰ آگت کے پاس آئے تو انہیں
 فَاسْتَمِعَ لَهُ يَٰوَحْيٰ ۝ آواز دی گئی اے موسیٰ سنو
 وَمَا يَلُوكَ بِمِثْنِكَ ۝ جو کچھ وحی کی جا رہی ہے
 يَمُوسَىٰ ۝ (طہ ۱۱ تا ۱۷) اور اے موسیٰ تمہارے سیدھے ہاتھ
 میں کیا ہے۔

اذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ
 ظَنٰى (نازعات ۱۷) فرعون کے پاس جاؤ وہ بے شک
 بہت سرکش ہو گیا ہے۔
 فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنَا
 هُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا
 بِآيَاتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ جب آلِ فرعون راہِ راست پر نہ
 آئے تو ہم نے ان سے انتقام لیا
 اور ان کو دریا میں غرق کر دیا اس لئے
 کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا
 تھا اور ان سے غفلت برتتے تھے۔
 (اعراف ۱۳۶)

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا (اعراف ۱۴۵)

اور ہم نے موسیٰ کے لئے تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کو علیحدہ علیحدہ تحریر کیا پھر (حضرت موسیٰ سے کہا کہ) اس کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ وہ اس کی بہترین باتوں پر عمل کریں۔

وَالْقَى الْأَلْوَاحَ (اعراف ۱۵۰) (پھر طے کی پوجا پر موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا) اور تختیوں کو زمین پر ڈال دیا۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ (اعراف ۱۵۲) اور جب موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو پھر ان تختیوں کو اٹھایا۔ اور موسیٰ نے ہمارے پاس مقررہ وقت پر پہنچنے کے لئے اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کا انتخاب کیا۔

فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِنِّي (اعراف ۱۵۵) پھر جب ان کو زلزلہ نے پکڑ لیا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے رب تو ان کو اور بھکوپیلے ہی ہلاک کر سکتا تھا۔

قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ (اللہ نے فرمایا میرا عذاب اس کو پہنچتا

أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (اعراف ۱۵۶) میری رحمت نے ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لے رکھا ہے۔

آیاتِ بالا سے واضح ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کتاب الہی اس وقت ملی جب وہ وادی سینا میں مقیم تھے۔ اس سے پہلے اللہ نے ان سے باتیں کیں۔ سوال و جواب ہوئے۔ فرعون کی طرف جانے کا حکم ملا۔ فرعون کو تبلیغ کی۔ مقابلہ ہوا۔ کئی قسم کے عذاب میں قوم فرعون کو مبتلا کیا گیا۔ بالآخر فرعون مع اپنی قوم کے دریا میں غرق ہو گیا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریا کو پار کیا اور وادی سینا میں پہنچے وہاں پہنچ کر کتاب الہی ملی۔ کتاب الہی ملنے کے بعد پھر طے کی پوجا کا واقعہ پیش آیا۔ پھر ستر آدمیوں کو منتخب کر کے پہاڑ پر لے گئے۔ زلزلہ سے وہ سب لوگ ہلاک ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اور یہ سب کچھ اوپر کی آیات میں موجود ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب الہی ملنے سے پہلے بھی وحی آتی رہی اور کتاب الہی ملنے کے بعد بھی وحی آتی۔ گویا موسیٰ علیہ السلام کو کتاب الہی کے علاوہ بھی وحی آیا کرتی تھی۔ آیاتِ بالا سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آل فرعون نے آیات اللہ کو جھٹلایا تھا اس وجہ سے عذاب الہی میں گرفتار ہوئے اور یہ آیات کتاب الہی کے ملنے سے پہلے نازل ہوئی تھیں۔ یعنی یہ آیات کتاب الہی کے علاوہ دوسری وحی کے ذریعہ نازل ہوئی تھیں، ہماری اصطلاح میں ان آیات کو

حدیث کہا جاتا ہے۔ گویا فرعون اور آل فرعون حدیث کا انکار کرنے کی وجہ سے ہلاک کئے گئے۔

دلیل ۱۲ | ذکرِ یاعلیہ السلام کے متعلق ارشاد باری ہے۔

يُزَكِّرُنَا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِعِلْمٍ
اسْمُهُ، يَحْيَى لَمْ نَجْعَلْ لَهُ
مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ أَنَّى
يَكُونُ لِي عِلْمٌ وَكَأَنْتَ أُمْرَأَتِي
عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ
عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ
هُوَ عَلَىٰ هَٰئِنٍ وَقَدْ خَلَقْتُكَ
مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۝
قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً
قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ
ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝

(مریم، تا ۱۰)

اے ذکرِ یاعلیہم تمہیں ایک لڑکے کی
بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا
اور اس سے قبل اس نام کا کوئی آدمی
ہم نے پیدا نہیں کیا۔ ذکرِ یاعلیہم نے کہا
اے میرے رب لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ
میری بیوی بانجھ ہے اور میں بہت
بوڑھا ہو گیا ہوں؟ کہا اسی حالت
میں ہوگا، تمہارے رب نے فرمایا
کہ یہ میرے لئے آسان ہے اور میں
نے اس سے قبل تمہیں پیدا کیا اور
تم کچھ نہیں تھے۔ ذکرِ یاعلیہم نے کہا اے
رب اس کی کوئی نشانی مقرر کر دیجئے،
فرمایا تمہارے لئے نشانی یہ ہے کہ
بحالتِ صحت تین رات تک لوگوں
سے بات نہ کرو۔

یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ مندرجہ بالا مکالمہ قطعاً کتابِ الہی

میں نہیں تھا اور نہ اس قسم کی باتیں کتابِ قوانین کے مناسب ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ ذکر یا علیہ السلام کے پاس بھی کتاب الہی کے علاوہ وحی آیا کرتی تھی۔
خلاصہ | مندرجہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے پاس کتاب الہی کے علاوہ بھی وحی آتی رہی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کتاب الہی کے علاوہ وحی نہ آتی ہو۔

قرآن مجید کے ایک اور طرز سے

حدیث کے وحی ہونے کا ثبوت

غیر انبیاء کے پاس وحی کا آنا

دلیل ۴۲ | حضرت مریم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ يَمْرُؤُۢمُ ۖ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ ۖ وَاصْطَفٰكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝
 اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ نے تم کو منتخب کر لیا ہے اور تم کو پاک کر دیا ہے اور تم کو دنیا کی عورتوں میں سے منتخب کر لیا ہے۔
 (آل عمران ۴۲)

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۖ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝
 اور اس کتاب میں مریم کا بھی ذکر کیجئے، جب وہ اپنے خاندان سے علیحدہ ہو کر مشرقی مکان میں چلی گئیں اور ان لوگوں سے پردہ کر لیا تو ہم نے ان کی طرف اپنے فرشتہ کو بھیجا جو ان

قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ
مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ
إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ
لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا ۝ قَالَتْ أَنَّى
يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمَسِّنِي
بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ۝ قَالَ
كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ
هَيِّئْ وَلِنَجْعَلَ آيَةً لِلنَّاسِ
وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ أَمْرًا
مَّقْضِيًّا ۝

(مریم ۱۶ تا ۲۱)

کے سامنے خوبصورت انسانی شکل
میں ظاہر ہوا۔ وہ کہنے لگیں میں تجھ
سے رحمن کی پناہ طلب کرتی ہوں،
اگر تو یہ ہیزگار ہے۔ فرشتہ نے
کہا میں تمہارے رب کا فرستادہ ہوں
تاکہ تمہیں پاک لڑکا دوں۔ مریم نے
کہا میرے لڑکا کیسے ہو سکتا ہے،
حالانکہ مجھے کسی انسان نے ہاتھ نہیں
لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔ فرشتہ
نے کہا اسی حالت میں ہو گا تمہارا
رب نے کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان
ہے اور یہ اس لئے کیا جا رہا ہے
کہ ہم اُس بچہ کو لوگوں کے لئے ایک
نشانی بنائیں اور وہ ہماری طرف
سے رحمت بھی ہو اور اس کام کا
فیصلہ ہو چکا ہے۔

دلیل ۴۳ | موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے متعلق ارشاد ہے۔

اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کے پاس
وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ۔ پھر

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ
ارْضِعِيهِ فَإِذَا خَفَتْ عَلَيْهِ

فَالْقِيَةِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا
تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكَ وَ
جَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ○
(قصص ۷)

جب تمہیں اس کے بارے میں اندیشہ
ہو تو اس کو دریا میں ڈال دینا اور نہ
ڈرنا، نہ غمگین ہونا، ہم اس کو تمہارے
پاس واپس لے آئیں گے اور اس کو
رسول بنائیں گے۔

خلاصہ آیات بالا سے واضح ہوا کہ حضرت مریم اور حضرت موسیٰ علیہ
السلام کی والدہ ماجدہ کے پاس وحی آتی تھی۔ حالانکہ وہ نبیہ نہیں تھیں اور
جب غیر انبیاء کے پاس کتاب کے علاوہ وحی آ سکتی ہے تو اس میں کیا تعجب
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علاوہ قرآن کے وحی آئے۔

قرآن مجید کے ایک اور طرز سے حدیث کے وحی ہونے کا ثبوت نطق رسول

دلیل ۴۴ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ○ إِنَّ
هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ○
(نجم ۳ تا ۴)

رسول اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا
اُس کی بات (اور کچھ) نہیں مگر وحی
جو (اس کی طرف) بھیجی جاتی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات
وحی ہوتی تھی۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ | منکرینِ حدیث کے سربراہ پرویز نے ان آیات کا ترجمہ اس طرح کیا ہے :-

”رسول اپنی خواہش نفس سے باتیں نہیں کرتا مگر قرآن وہ وحی ہے جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے“ (مزاج شناس رسول ص ۱۸)

اول تو اس ترجمہ سے ظاہر ہے کہ عبارت میں نہ توازن ہے نہ بلاغت و سلاست۔ اہل زبان اسے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ ایسا غیر فصیح و غیر بلخ کلام اللہ تعالیٰ کا نہیں ہو سکتا۔ دوسری بات یہ کہ ”ہُو“ کا مرجع قرآن کو قرار دینا صحیح نہیں، اس لئے کہ ان آیات سے پہلے کہیں قرآن کا لفظ نہیں آیا۔ یہ آیات سورہ نجم کی تیسری اور چوتھی آیتیں ہیں پہلی اور دوسری آیات یہ ہیں۔

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَا ضَلَّ ۝ لَمَّ ۝
صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝
(نجم ۱، ۲)

تکے کی قسم جب وہ غروب ہونے لگے، تمہارا صاحب یعنی رسول نہ گرا ہوا نہ بہکا۔

کیونکہ ان آیات میں کہیں لفظ قرآن نہیں ہے لہذا ”ہُو“ کا مرجع قرآن مجید کو قرار دینا صحیح نہیں۔ دراصل ”ہُو“ کا مرجع تیسری آیت میں ہے یعنی

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ رسول کا بولنا اپنی خواہش سے نہیں ہوتا۔

اسی نطق رسول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آگے فرمایا۔

إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ وہ اور کچھ نہیں ہوتا مگر وحی جو بھیجی

جاتی ہے۔

یعنی نطق رسول وحی ہے اور کچھ نہیں، اتنی واضح بات کو تسلیم نہ کرنا بڑی زیادتی ہے۔

دوسرا شبہ اور اس کا ازالہ | دوسرا شبہ اس پر یہ وارد ہوتا ہے کہ اگر رسول کی ہر بات وحی ہے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ رسولؐ نے جو بات کی وہ وحی تھی حالانکہ گفتگو میں ہر قسم کی باتیں ہوا کرتی ہیں اور ہر بات کا وحی ہونا قرین قیاس نہیں ہے۔ اس شبہ کا جواب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُورِ دُنْيَاكُمْ تم اپنے دنیا کے معاملات کو خود ہی بہتر جانتے ہو (اس معاملہ میں) میں بھی

اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ دِينِكُمْ ایک انسان ہوں لیکن جب میں
فَخُذُوْا بِهٖ۔ (صحیح مسلم کتاب دین کے متعلق کوئی حکم دوں تو اس کی
فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم) تعمیل کیا کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی معاملات میں آپ کی حیثیت بشر کی سی نہیں ہے۔ آپ رسول کی حیثیت سے امت کو خطاب کرتے ہیں اور جو بھی دینی حکم آپ دیتے ہیں وہ وحی ہوتا ہے۔

مزید توضیح کے لئے ایک حدیث اور ملاحظہ فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِذَا حَدَّثْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ جب میں تمہارے دین کے متعلق

دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ وَإِذَا
 حَدَّثَكُمْ مِنْ دُنْيَاكُمْ فَانْمَآ
 أَنَا بَشَرٌ (صحیح ابن حبان عن افع
 بن خدیج جزء اول ص ۲۲)
 کوئی بات کہوں تو اس کو پکڑ لیا کرو
 (یعنی اس کی تعمیل کیا کرو) اور جب
 میں تم سے تمہارے دنیوی معاملات
 کے سلسلے میں کوئی بات کہوں تو پھر

میں ایک انسان ہی ہوں۔

خلاصہ | احادیث بالاسے یہ بات ثابت ہوگئی کہ دینی معاملات میں جو کچھ
 آپ برتتے تھے وہ وحی ہوتی تھی۔ دنیوی معاملات اس سے خارج تھے۔

دلیل ۲۵ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ
 اللَّهَ (نساء ۸۰)
 جس نے رسول کی اطاعت کی اُس
 نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔

رسول کے احکام کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔ گو یا رسول
 کے تمام احکام درحقیقت اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں۔ رسول کے احکام بھی
 ہیں جو قرآن کے الفاظ میں آپ نے دئے اور وہ احکام بھی ہیں جو قرآن کے
 احکام کے علاوہ آپ نے دئے اور جن کا تذکرہ احادیث میں ہے اور جب
 احادیث کے احکام بھی اللہ تعالیٰ ہی کے احکام ہیں تو سوائے اس کے اور کیا
 کہا جاسکتا ہے کہ وہ احکام بھی من جانب اللہ نازل شدہ ہیں۔ غرض یہ کہ
 احادیث وحی ہیں۔

حدیث کے وحی ہونے کا ثبوت احادیث سے

احادیث سے اگر اس بات کا ثبوت دیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے پاس قرآن کے علاوہ بھی وحی آیا کرتی تھی تو بلا مبالغہ ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ لہذا مشتبہ نمونہ از خروارے چند احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

دلیل ۴۶ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

آتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ رَبِّيْ
فَقَالَ صَلِّ فِيْ هَذَا الْوَادِ الْمُبَارَكِ
وَقُلْ عُمْرَةٌ فِيْ حَجَّةٍ
(صحیح بخاری)

آج رات کو میرے پاس، میرے
رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا
اور کہا اس مبارک وادی میں نماز
ادا کرو اور یہ اعلان کرو کہ عمرہ
حج میں داخل ہو گیا ہے۔

نتیجہ | عبارت ”قل عمرۃ فی حجۃ“ قرآن میں نہیں ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ
دینی احکام قرآن کے علاوہ بھی نازل ہوا کرتے تھے۔

دلیل ۴۷ | (۲) ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوا اور اس طرح کہا۔

أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ
اللَّهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ
میں آپ سے آپ کے رب کی اور
آپ سے پہلے کے لوگوں کے رب
کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ
نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول
بنا کر بھیجا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ کی قسم ہاں۔

اَللّٰهُمَّ نَعَمْ

پھر وہ کہتا ہے۔

اَنْشُدْكَ يَاَ اللّٰهُ اَللّٰهُ اَمَرَكَ
اَنْ تُصَلِّيَ الصَّلَاةَ الْخَمْسَ
فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ
میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا
ہوں کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے
کہ ہم دن اور رات میں پانچ نمازیں
پڑھا کریں۔

آپ نے جواب دیا۔

اَللّٰهُمَّ نَعَمْ (صحیح بخاری) اللہ کی قسم ہاں۔

پانچ وقت کی نمازوں کا ذکر قرآن میں کہیں نہیں لہذا یہ حکم آپ کو
قرآن کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے دیا گیا اور وہ ذریعہ حدیث ہے۔ یعنی
حدیث وحی ہے۔

منکرین حدیث کے سربراہ کا اعتراض | یہ ظاہر ہے کہ قرآن کریم ایک
مختصر سی کتاب ہے جو حضور کی تیس سالہ نبوت کی زندگی میں جزءاً جزءاً
نازل ہوتا رہا۔ اس سے واضح ہے کہ نبی اکرمؐ پر ہر وقت وحی نازل نہیں
ہوا کرتی تھی۔ خود روایات بتاتی ہیں کہ جب وحی نازل ہوا کرتی تھی تو اس وقت
حضور پر ایک خاص کیفیت طاری ہوا کرتی تھی۔ جو وحی ختم ہونے کے بعد
باقی نہیں رہا کرتی تھی (مزاج شناس رسولؐ ص ۱۷۱)

جواب | قرآن مجید کے ایک مختصر سی کتاب ہونے سے یہ کہاں لازم
آتا ہے کہ قرآن کے علاوہ وحی نہیں آیا کرتی تھی۔ یہ عجیب و غریب دلیل ہے

کہ کیونکہ قرآن جزءاً جزءاً نازل ہوا ہے لہذا حدیث نازل نہیں ہوئی۔

۲۔ موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر جب اللہ تعالیٰ کی باتیں ہوا کرتی تھیں تو کیا موسیٰ علیہ السلام پر کوئی خاص کیفیت طاری ہوا کرتی تھی؟ کیا وحی کی صرف ایک ہی قسم ہے کہ جب تک اس کا ثبوت نہ ہو، حدیث وحی نہیں ہوگی۔ وحی کی کئی قسمیں ہیں جو سورہ شوریٰ کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکی ہیں، لہذا ہو سکتا ہے کہ حدیث ان میں سے کسی اور قسم کی وحی کے ذریعہ نازل ہوئی ہو اور وہ خاص قسم کی کیفیت آپ پر طاری نہ ہوئی ہو۔ یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وقت وحی نازل نہیں ہوتی تھی۔ یہ کون کتنا ہے کہ چوبیس گھنٹہ ہر آن وہر وقت آپ پر وحی نازل ہوا کرتی تھی، لیکن یہ صحیح نہیں کہ حدیث کے نزول کے وقت وہ خاص کیفیت کبھی طاری نہیں ہوئی۔ ہوئی اور ضرور ہوئی۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

دلیل ۱۲۸

حضرت یعلیٰ نے حضرت عمرؓ سے کہا	إِنَّ يَعْلىٰ قَالَ لِعُمَرَ أَرِنِي النَّبِيَّ
کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ
حالت میں دکھائیے کہ جب آپ پر	يُوحَى إِلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ
وحی نازل ہو رہی ہو۔ پس اس حال	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ
میں کہ آپ جعرانہ میں تھے اور آپ	وَمَعَهُ نَفَرٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ جَاءَهُ
کے ساتھ چند افراد تھے، ایک شخص	رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
آیا اور کہا اے اللہ کے رسول آپ	كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ

بَعْمَرَةَ وَهُوَ مُتَضَمِّعٌ بِطَيْبٍ
 فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَاعَةً فَجَاءَهُ الْوُحْيُ فَأَشَارَ
 عَمْرًا إِلَى يَعْلى فَجَاءَ يَعْلى وَعَلَى
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 ثَوْبٌ قَدْ أُظْلِيَ بِهِ فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ
 فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مُحَمَّرٌ الْوُجْهَ وَهُوَ
 يَخِطُّ ثُمَّ سَرَى عَنْهُ فَقَالَ أَيُّ
 الَّذِي سَأَلَ عَنِ الْعُمَرَةِ فَأَتَى
 بِرَجُلٍ فَقَالَ اغْسِلِ الطَّيِّبَ الَّذِي
 بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَانْزِعْ عَنْكَ
 الْحَبَّةَ وَاصْنَعْ فِي عُمَرَتِكَ
 كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ۔
 (صحیح بخاری کتاب الحج)

اس شخص کے متعلق کیا فرماتے
 ہیں جس نے عمرہ کا احرام باندھ
 رکھا ہو اور خوشبو کی محک
 اس کے جسم سے آ رہی ہو۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کچھ دیر خاموش رہے اور وحی
 آئی شروع ہو گئی۔ حضرت
 عمرؓ نے یعلیٰ کی طرف اشارہ کیا۔ یعلیٰ
 آئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم پر ایک کپڑے کا سایہ کر دیا
 گیا تھا۔ حضرت یعلیٰؓ نے اپنا سر کپڑے
 کے اندر داخل کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ
 آپ کا چہرہ سرخ ہے اور آپ لمبے
 لمبے سانس لے رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد
 وہ کیفیت دور ہو گئی اور آپ نے فرمایا
 عمرہ کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے؟
 وہ شخص لایا گیا۔ آپ نے فرمایا جو خوشبو
 تمہارے (جسم) پر لگی ہوئی ہو اس کو
 تین مرتبہ دھو ڈالو۔ جبہ اتار دو اور پھر

اپنے عمرہ میں وہی کرو جو اپنے حج میں کرتے ہو۔

یہ مسئلہ قرآن میں کہیں نہیں لہذا ثابت ہوا کہ نزولِ حدیث کے وقت بھی وہی خاص کیفیت طاری ہوتی تھی جو نزولِ قرآن کے وقت ہوا کرتی تھی۔
دلیل ۴۹ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مَوْتَ بَعْدِي مَا يُفْتَنُ عَلَيْكُمْ مِنْ زُهْرَةٍ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْيَأْتِي الْخَيْرُ بِإِشْرَافِكَ فَكَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..... فَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرَّخَصَاءُ فَقَالَ آيُنَ السَّائِلُ وَكَأَنَّهُ حَمْدُهُ فَقَالَ إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِإِشْرَافٍ وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ إِلَّا أَكَلَةَ الْخَضِرَاءِ أَكَلْتُ حَتَّى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَا اسْتَقْبَلْتُ عَيْنَ الشَّيْءِ فَتَلَطَّطُ

میں اپنے بعد تمہارے لئے جن چیزوں کا خوف رکھتا ہوں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم پر دنیا کی زیب و زینت کے دروازے کھول دئے جائیں گے ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا خیر بھی برائی لاتی ہے؟ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے..... ہم (یعنی صحابہؓ) نے دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ پھر آپ نے بیسہ پوچھا اور فرمایا سائل کہاں ہے؟ گویا کہ آپ نے اس کو اچھا سمجھا۔ پھر فرمایا بے شک خیر برائی کو نہیں لاتی اور بے شک ربیع کی فصل جوگھاس

وَبَالَتْ وَرَتَعَتْ وَإِنَّ هَذَا الْمَالَ
خَصِرَةٌ حُلُوءٌ فَنِعْمَ صَاحِبُ
الْمُسْلِمِ مَا أُعْطِيَ مِنْهُ الْمُسْكِينُ
وَالْيَتِيمُ وَابْنُ السَّبِيلِ
وَإِنَّهُ مَنْ يَأْخُذْهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ
كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُونُ
مُخْهِيداً عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ)

اگاتی ہے اس کے کھانے سے بعض
جانور ہلاک یا بیمار ہو جاتے ہیں مگر
ہاں وہ جانور جو گھاس اتنی کھاتا ہے
کہ جب اس کی کوکھیں بھر جاتی ہیں
تو دھوپ میں کھڑا ہو جاتا ہے پھر
بید کرتا ہے، پیشاب کرتا ہے اور پھر
کھانے لگتا ہے اور یہ مال تو میٹھی
سبزی ہے پس کتنا اچھا ہے وہ مسلم
جو اپنے مال میں سے مسکین، یتیم اور
مسافر کو دیتا ہے..... اور جو شخص
اس مال کو بغیر حق کے لگا دے ایسا ہے
کہ کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور یہ
مال قیامت کے دن اس پر گواہ ہوگا۔

دلیل ۵۰ | فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
قریش کے ساتھ بطور تالیف قلوب کے شفقت کا برتاؤ کیا تو انصار نے آپس
میں ایک دوسرے سے کہا۔

”أَذْرَكَهُ رَغْبَةً فِي قَرْبَتِهِ
وَرَأْفَةً يُعْشِيرَتُهُ“
آپ کو اپنی بستی سے رغبت ہو گئی ہے
اور اپنے خاندان والوں سے شفقت
کا برتاؤ کر رہے ہیں۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَجَاءَ الْوَحْيُ
وَكَانَ إِذَا جَاءَ الْوَحْيُ لَا يَخْفَى
عَلَيْنَا فَإِذَا جَاءَ فَلَيْسَ أَحَدٌ
يَرْفَعُ طَرْفَهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَنْقَضِيَ
الْوَحْيُ فَلَمَّا انْقَضَى الْوَحْيُ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوا لَبَّيْكَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قُلْتُمْ أَمَّا
الرَّجُلُ فَأَذْرَكْتُهُ رَغْبَةً فِي
قُرْبَيْتِهِ قَالُوا قَدْ كَانَ ذَاكَ قَالَ
كَلَّا إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ
هَاجَرْتُ إِلَى اللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ
مَمَاتُكُمْ فَأَقْبِلُوا إِلَيْهِ يَبْكُونَ
وَيَقُولُونَ وَاللَّهِ مَا قُلْنَا الَّذِي
قُلْنَا إِلَّا الصِّقَّةَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

ابو ہریرہ کہتے ہیں اسی وقت وحی آنی
شروع ہوگئی اور جب وحی آتی تھی تو
وحی کی آمد ہم سے پوشیدہ نہ رہتی تھی۔
پس جب وحی آتی تو ہم میں سے کوئی
آپ کی طرف نظر نہ کرتا تھا یہاں تک
کہ وحی ختم نہ ہو جائے۔ پس جب وحی
آنی ختم ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اے کروہ انصار
انہوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ۔
فرمایا کیا تم نے کہا تھا کہ مجھے اپنی بستی
کی طرف رغبت ہوگئی ہے۔ عرض کیا
ایسا ہوا ہے۔ فرمایا۔ خبردار، میں اللہ
کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں
نے اللہ کی طرف اور تمہاری طرف
ہجرت کی ہے۔ میرا جینا تمہارا جینا،
اور میری موت تمہاری موت ہے۔
(یعنی میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ
ہے) پس وہ روتے ہوئے آپ کے
سامنے آئے اور کہنے لگے ہم نے جو

يُصَدِّقَانِكُمْ وَيَحْذِرَانِكُمْ۔

(صحیح مسلم جلد دوم باب فتح مکہ)

کچھ کہا ہے وہ محض اللہ اور اس کے

رسول کی حرص اور محبت میں کہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بے شک اللہ اور اس کا رسول تمہاری

تصدیق کرتا ہے اور تمہاری معذرت

قبول کرتا ہے۔

نتیجہ | ان احادیث سے ظاہر ہوا کہ وہی خاص کیفیت جو قرآنی وحی

کے نزول کے وقت ہوا کرتی تھی، حدیث کے نزول کے وقت بھی ہوا کرتی تھی۔

جو باتیں ان احادیث میں بیان ہوئی ہیں وہ قرآن میں نہیں ہیں۔ لہذا ثابت

ہوا کہ حدیث بھی وحی الہی ہے۔

پہلی حدیث میں عمرہ کے دوران خوشبو کی محک آنے کا مسئلہ پوچھا گیا۔

جواب میں وحی آئی۔ گویا قوانین شرعیہ کا نزول قرآن کے علاوہ بھی ہوتا تھا۔

دوسری حدیث میں ایک شخص نے نیک نیتی سے ایک سوال کیا اس سوال

کا جواب بھی بذریعہ وحی نازل ہوا۔

تیسری حدیث میں انصار کے گلے و شکوے کا جواب بھی بذریعہ وحی

نازل ہوا۔

گویا احادیث کے ذریعہ قرآنی تشریحات بھی نازل ہوتی تھیں، حکمت

کی باتیں بھی نازل ہوتی تھیں اور ان کے علاوہ سوالوں کے جوابات، غیب

کی خبریں وغیرہ بھی نازل ہوتی تھیں۔

خلاصہ | غرض یہ کہ صدہا احادیث ہیں جو اس بات کا قطعی ثبوت دیتا کرتی ہیں کہ حدیث بھی بذریعہ وحی نازل ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر ہم نے صرف پانچ کا تذکرہ اوپر کیا ہے۔ اگر ایسی احادیث کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

حدیث کے وحی ہونے کا ثبوت صحابہ کرامؓ سے

دلیل ۱۵ | حضرت انسؓ کہتے ہیں۔

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهٗ هَذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ۔
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں بحرین کا تحصیلدار بنا کر بھیجا تو ان کو یہ کتاب لکھ کر دی تھی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَالَّتِي أَمَرَ اللَّهُ بِهَا رَسُولُهُ فَمَنْ سَأَلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ سَأَلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ، فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَادُ وَنَهَامِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ : یہ صدقات کے وہ فرائض ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانین پر فرض کئے ہیں اور اسی کا اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا پس جس سے اس کے مطابق مانگا جائے تو وہ دے دے اور جس سے اس سے زائد مانگا جائے تو وہ نہ دے۔ چوبیس یا چوبیس سے کم اونٹوں میں ہر پانچ اونٹوں پر ایک

الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ۔ بکری زکوٰۃ میں دی جائے وغیرہ وغیرہ۔
(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ)

اس حدیث میں زکوٰۃ کی شرح کا مفصل بیان ہے اور یہ بڑی لمبی حدیث ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کی تحریر کے مطابق یہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مقرر فرمایا تھا۔ کیونکہ ان تمام شرحوں کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے، لہذا ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ قرآن کے علاوہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس احکام الہی آیا کرتے تھے اور کیونکہ یہ کتاب تمام صحابہؓ کی موجودگی میں لکھی گئی، ممالک اسلامیہ میں اس پر عمل ہوتا رہا اور کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، لہذا ثابت ہوا کہ اس عقیدہ میں تمام صحابہؓ متفق تھے کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی آتی تھی اور اس وحی کے ذریعہ یہ احکام زکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر نازل فرمائے تھے۔ صحابہ کرام کے اس متفقہ عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھنا سراسر اسلام کے منافی ہے۔

دلیل ۵۲۔ یعلیٰ بن امیہ کہتے ہیں :-

قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَقَدْ أَمِنَ النَّاسُ فَقَالَ عُمَرُ عَجِبْتُ مِمَّا عَجَبْتُ فِيهِمْ لَعَلَّاهُمْ يَخَافُونَ الْفِتْنَةَ أَكْثَرَ مِنْ الْكُفْرِ فَقَالَ عُمَرُ عَجِبْتُ مِمَّا عَجَبْتُ فِيهِمْ لَعَلَّاهُمْ يَخَافُونَ الْفِتْنَةَ أَكْثَرَ مِنْ الْكُفْرِ

میں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ تو قرآن میں فرماتا ہے کہ "تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم نماز میں کمی کرو جب تمہیں یہ خوف ہو کہ کافر تمہیں فتنہ میں مبتلا کر دیں گے" لیکن

مِنْهُ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللَّهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَأَقْبِلُوا صَدَقَتَهُ۔
(صحیح مسلم باب صلاة المسافرين)

اب تو بالکل امن ہے (اب بحالت سفر نماز میں قصر کیوں کیا جائے)۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس چیز سے تمہیں تعجب ہوا مجھے بھی ہوا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا یہ اللہ کا احسان ہے جو اللہ نے تم پر کیا ہے لہذا تم اللہ کے احسان کو قبول کرو۔ (یعنی امن کے سفر میں بھی قصر کیا کرو)۔

امن کی حالت میں قصر کرنا بظاہر قرآن مجید کے خلاف ہے لیکن حضرت عمرؓ بخیر حوں و چرا سے تسلیم کرتے ہیں اور تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ اس "خلاف قرآن" حدیث کی تبلیغ بھی کرتے ہیں اور اس کو بھی اللہ کا احسان سمجھتے ہوئے اللہ کی طرف سے نازل شدہ سمجھتے ہیں۔

یہ حدیث بظاہر قرآن کے خلاف ہے لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ قرآن میں بحالت خوف قصر کی اجازت ہے۔ حدیث میں بحالت سفر قصر کی اجازت ہے۔ دونوں علیحدہ علیحدہ احکام ہیں۔ یہ تضاد کی صورت نہیں ہے۔

دلیل ۵۳ | حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا :-

أَخْشَىٰ أَنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ وَاللَّهِ مَا نَجِدُ فِي دُرَّتَاهُمَا أَنْ يَكُنَّ كَمَا كُنَّا نَجِدُ

آيَةُ الرَّجْمِ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَيُضَلُّوْا کہ اللہ کی قسم ہم اللہ کی کتاب میں رجم
بِشْرِكٍ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا کا حکم نہیں پاتے پس لوگ اللہ کے
اللَّهُ وَالرَّجْمُ فِي كِتَابِ اللَّهِ نازل کردہ فریضہ کو چھوڑ کر کسراہ
حَقُّ عَلَى مَنْ زَنَى إِذَا أُحْصِنَ. ہو جائیں اور بے شک رجم کی سزا
(صحیح بخاری کتاب المحاربین و صحیح مسلم کتاب اللہ میں ثابت ہے۔ اس شخص
باب رجم الثیب) کے لئے جو شادی شدہ ہو کر زنا کرے۔

سنگسار کی سزا قرآن مجید میں نہیں ہے بلکہ بظاہر قرآن مجید کے خلاف
ہے، باینہما حضرت عمر رضی اللہ عنہما سنگسار کی سزا کو منزل من اللہ مانتے ہیں اور
تمام صحابہؓ اس پر خاموش ہیں۔ گویا ان کا متفقہ عقیدہ تھا کہ قرآن مجید کے
علاوہ بھی اللہ کی طرف سے احکام نازل ہوئے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے
کہ حضرت عمرؓ نے حدیث کو بھی کتاب اللہ کہا اور تمام صحابہؓ نے اس سے
اتفاق کیا۔ پس ثابت ہوا کہ تمام صحابہؓ کرام رجم کی سزا کو حق سمجھتے تھے اور نہ
صرف وقتی طور پر بلکہ قیامت تک کے لئے اس کو حق سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ
تھا کہ یہ سزا کسی زمانہ میں منسوخ نہیں ہو سکتی، گویا تمام صحابہؓ کا متفقہ
عقیدہ تھا کہ حدیث قیامت تک کے لئے حجت ہے نہ کہ صرف رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ تک جیسا کہ منکرین حدیث کا خیال ہے۔

خلاصہ | غرض یہ کہ اس قسم کی سینکڑوں روایتیں ہیں جن سے
ثابت ہوتا ہے کہ صحابہؓ کرام احادیث کو منزل من اللہ یعنی وحی سمجھتے تھے۔

اخبار مستقبلہ کی صحت سے حدیث کے وحی ہونے کا ثبوت

دلیل ۵۴ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَخْرُجَ قِيَامَتٌ نَحْنُ نَحْنُ
فَارْمِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ تَضَى
أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرَى۔
(صحیح بخاری کتاب الفتن و صحیح مسلم) ڈالے گی۔

اس پیشین گوئی کا ظہور حجازی الثانی ۱۵۴ھ کو ہوا۔ گواہانِ عینی نے اس آگ کے متعلق (جس کی ابتداء پہاڑ کی آتش فشانی سے ہوئی) جہاں کہ کتابیں تحریر کی ہیں۔ شیخ صفی الدین مدرس مدرسہ بصری کی شہادت موجود ہے کہ جس روز اس آگ کا ظہور حجاز میں ہوا، اسی شب بصری کے بدوؤں نے آگ کی روشنی میں اپنے اپنے اونٹوں کو دیکھا اور شناخت کیا۔ (رحمتہ للعالمین جلد ۳ ص ۱۹۸)

مستقبل میں ہونے والے واقعات کا علم کسی رسول کو کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تو کہا نہیں جاسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ لہذا یہ ماننا پڑیگا کہ آپ کے پاس زبانیہ مستقبل کے متعلق وحی آتی تھی۔

دلیل ۵۵ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ أَرْضًا يَذْكُرُ عَنْقَرِيبٌ تَمَّ اسْطَلْكُ كَوْفَحِ كَرُوكِ
فِيهَا لِقِيْرَاطٌ فَاسْتَوْصُوا بِأَهْلِهَا جَمَا قِيْرَاطٌ جِلْتَا هِي، تَمَّ وَهَا كِ

خَيْرًا فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا لوگوں سے بھلائی کرنا کیونکہ ان کو
فَإِذَا رَأَيْتُمُ رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ (اللہ تعالیٰ کے) ذمہ اور رشتہ کے
عَلَى مَوْضِعٍ لَبِئْسَ فَاخْرُجْ مِنْهَا۔ حقوق حاصل ہیں۔ پھر جب تم
(صحیح مسلم کتاب الفضائل) دیکھو کہ دو شخص ایک اینٹ کے

برابر زمین پر جھگڑ رہے ہیں تو (اے
ابو ذرؓ) وہاں سے چلے آنا۔

حضرت ابو ذرؓ نے فتح مصر کو بھی دیکھا اور وہاں بود و باش بھی اختیار
کی (رمتہ للعالمین) اور یہ بھی دیکھا کہ ربیعہ اور عبد الرحمن بن نضر حبیل اینٹ
کے برابر زمین کے لئے جھگڑ رہے ہیں تو یہ وہاں سے چلے آئے (صحیح مسلم)۔
بیہقی و ابونعیم کی حدیث میں ملک مصر کا نام صراحۃ ذکر کیا گیا ہے۔ (رمتہ
للعالمین جلد سوم ص ۱۹۵)

دلیل ۵۷ | سات سو برس پہلے کی پیشین گوئی۔

طرائی اور ابونعیم نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا۔

اتْرَكُوا الشِّرْكَ مَا تَرَكَوْكُمْ ترکوں کو نہ چھوڑنا جب تک وہ تم کو
فَإِنَّهُمْ أَوَّلُ مَنْ يَسْلُبُ أَمَّتِي چھوڑیں کیونکہ یہی وہ قوم ہے جو سب
مُلْكُهُمْ۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم سے پہلے میری امت سے ملک
ص ۱۹۹) چھینے گی۔

یہ پیشین گوئی بھی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

خلاصہ | ان پیشین گوئیوں کا حرف بہ حرف پورا ہونا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کی خبر بذریعہ وحی دی گئی تھی۔ لہذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی آتی تھی۔

اس قسم کی بہت سی پیشین گوئیاں ہیں جن میں سے بعض عہد رسالت میں پوری ہوئیں اور بعض عہد رسالت کے بعد پوری ہوئیں۔ ہم نے بطور نمونہ صرف چند پیشین گوئیوں کا ذکر کیا ہے۔

حدیث کے وحی ہونے کے بیشمار دلائل

ان بے شمار دلائل کی موجودگی میں بھی کیا حدیث کے وحی ہونے کا انکار کیا جاسکتا ہے؟ دلیل تو ایک ہی کافی ہوتی ہے، لیکن جب دلائل کا اتنا انبار لگ جائے تو پھر قطعی یقین ہی نہیں بلکہ اطمینانِ قلبی بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کے وحی ہونے کا عقیدہ مسلمان میں متواتر ہے اور حدیث کے وحی ہونے کا انکار کرنا گویا تواتر کا انکار کرنا ہے۔ پھر سونے پر سہاگہ یہ ہے کہ حدیث کے وحی ہونے کا ثبوت قرآن مجید کی متعدد آیات سے ملتا ہے اور قرآن مجید کی ہر آیت متواتر ہے۔ لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حدیث کے وحی ہونے کا ثبوت متواترات سے بتواتر ثابت ہے۔ نور علی نور۔ ۱ یھدی اللہ لنورہ من یشاء۔

باب دوم

حدیث حجت شرعیہ اور ماخذ قانون ہے

حجت، دلیل کو کہتے ہیں اور حجت شرعیہ اس دلیل کو کہتے ہیں جس کی بنیاد پر شرعی امور یعنی دینی معاملات کا فیصلہ کیا جائے۔

شریعت اسلامیہ صد ہا قوانین پر مشتمل ہے، یہ تمام قوانین قرآن مجید اور حدیث نبوی سے نکلتے ہیں، قرآن مجید اور حدیث نبوی ہی اسلامی قوانین کا سرچشمہ ہیں دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید اور حدیث نبوی ماخذ قانون ہیں، انہی ماخذ سے ایک مسلم اسلامی قوانین کو اخذ کرتا ہے۔ اب تک ہم نے بے شمار دلائل کی نشاندہی کر کے یہ ثابت کیا کہ حدیث وحی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو چیز وحی ہو اس کے حجت شرعیہ ہونے میں کسی مسلم کو ذرا بھی شبہ نہیں ہونا چاہئے تاہم مزید اطمینان کے لئے ہم ذیل میں حدیث کے حجت شرعیہ ہونے کے دلائل بیان کر رہے ہیں :-

دلیل ۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أُولِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ○
 اس چیز کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور اس کے علاوہ ولیوں کی پیروی مت کرو۔ مگر تم نصیحت کم ہی

(اعراف ۳)

حاصل کرتے ہو۔

گذشتہ صفحات میں دلائل و براہین سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ حدیث وحی ہے اور اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے لہذا آیت بالا کی رو سے حدیث کا اتباع فرض ہے اور حدیث حجت شرعیہ ہے۔

دلیل ۲ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ
اللَّهَ (نساء ۸۰) یقیناً اللہ ہی کی اطاعت کی۔

رسول کی اطاعت میں احکام قرآنی بھی شامل ہیں اور دوسرے احکام بھی اور کیونکہ آیت بالا میں احکام قرآنی کی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ مطلقاً آپ کے تمام احکام کی اطاعت کا حکم ہم کو دیا گیا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ احادیث کے احکام کی اطاعت بھی فرض ہے۔ احادیث کی اطاعت کو یا اللہ کی اطاعت ہے۔ لہذا احادیث حجت شرعیہ ہیں۔

دلیل ۳ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى
اللہ کی ہدایت ہی اصل ہیں ہدایت
(لقرة ۱۲۰) ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے۔

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ
تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (لقرة ۳۸)

(اے بنی آدم) جب کبھی میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جن لوگوں نے میری ہدایت کی پیروی کی

ان کو نہ خوف ہو گا نہ غم۔

گویا اللہ تعالیٰ کی ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے، لیکن یہ ہدایت ملے گی کہاں سے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ تُطِيعُوْهُ تَتَّقُوْا
اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت
یاب ہو جاؤ گے۔ (نور ۵۴)

یعنی رسول کی اطاعت میں ہدایت ہے اور یہ ہدایت وہی ہے جس کے نازل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے وعدہ فرمایا تھا، لہذا رسول کے احکام منزل من اللہ ہیں۔ ان کی پیروی ہی میں ہدایت ہے لہذا احادیث کے احکام حجت ہیں۔

دلیل علی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ
پرویز کا ترجمہ: ”قرآن کی تفسیر ہمارے
ہی ذمہ ہے“ (مقدمہ معارف
القرآن ص ۴۸)

اس آیت کی رو سے قرآن مجید کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہونی چاہیے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ
اور ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کر دیا
ہے تاکہ آپ اس ذکر کی جو ان کی طرف
نازل کیا گیا ہے تشریح و تفسیر ان
لوگوں کے سامنے بیان کر دیں۔ (نحل ۴۴)

پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ تفسیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ گو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر من جانب اللہ ہوگی۔ لہذا شریعت الہیہ کی تفسیر و توضیح میں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ منزل من اللہ اور حجت شرعیہ ہے۔ اگر صرف قرآن مجید کو دیکھا جائے تو اس میں نہ ”صلوٰۃ“ کی وضاحت ہے۔ نہ ”زکوٰۃ“ کی۔ نہ قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کی طرف منہ کرنا کس وقت ضروری ہے۔ یہ تمام باتیں احادیث سے معلوم ہوتی ہیں، لہذا احادیث حجت شرعیہ ہیں۔

دلیل ۵ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ
رُسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا
مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○
(جمعة ۲)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اُمیوں میں
ان ہی میں سے، ایک رسول مبعوث
فرمایا جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر
سناتا ہے، ان کو پاک کرتا ہے اور ان
کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے
اور اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے۔

دلیل ۶ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ
أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ

تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بڑا
احسان کیا کہ انہی میں سے ایک رسول
مبعوث فرمایا جو ان کے سامنے اللہ

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ
لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ○
(آل عمران ۱۶۴)

کی آیات تلاوت کرتا ہے۔ ان کا تزکیہ
کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی
تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ
صریح گمراہی میں تھے۔

دلیل ۷۱ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ
يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ
وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا
تَعْلَمُونَ ○
(بقرہ ۱۵۱)

جس طرح (منجملہ اور نعمتوں کے) ہم نے
تم لوگوں میں تم ہی میں سے ایک رسول
بھیجا جو تم کو ہماری آیتیں سناتا ہے
تمہیں پاک و صاف کرتا ہے اور کتاب
و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور ایسی باتیں
سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

دلیل ۷۲ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت
اسماعیل علیہ السلام نے اس طرح دعاء کی تھی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ
يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ
إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○
(بقرہ ۱۲۹)

اے ہمارے رب ان لوگوں میں ان ہی
میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو
انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے، ان
کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان
کو (روحانی گندگیوں سے) پاک کرے۔
بے شک تو عزیز و حکیم ہے۔

خلاصہ | دلائل ۵ تا ۷ کا خلاصہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی تین ہیں۔

۱۔ احکام الہی سنانا۔

۲۔ تزکیہ کرنا۔ یعنی قلوب کو تمام روحانی گندگیوں سے پاک و صاف

کرنا۔

۳۔ کتاب و حکمت کی تعلیم دینا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف احکام و آیات الہی کا سنانا ہی ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک قاصد تھے جو پیغام دے کر چلے گئے۔ آپ کی ذات سے ہمیں کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف قاصد ہی بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مرزئی و معلم بھی بنا کر بھیجا۔ اور جب مرزئی و معلم بنا کر بھیجا تو پھر آپ کی ذات سے بھی ہمارا تعلق پیدا ہو گیا اور وہ اس طرح کہ آپ ہمیں امراض روحانی سے شفا حاصل کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں۔ اور کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے طبیب روحانی ہیں لہذا آپ کا تجویز کردہ علاج بھی اللہ کی طرف سے منظور شدہ ہونا لازمی ہے۔ اگر آیات الہی سے صرف قرآن مجید ہی مراد ہو تب بھی یہ توفرو ثابت ہوا کہ روحانی امراض کا علاج بھی اللہ کی طرف سے ہے یعنی جو جو باتیں آپ نے اس سلسلے میں تلاوت آیات کے علاوہ بتائیں یا انجام دیں وہ منجانب اللہ ہیں۔ لہذا حجت ہیں۔

تیسرا فرض منصبی جس کی تکمیل کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

بعثت ہوئی، وہ تعلیم کتاب و حکمت ہے۔ اگر ہم یہ بھی فرض کر لیں (جیسا کہ منکرین حدیث کا خیال ہے) کہ کتاب اور حکمت سے صرف قرآن مجید مراد ہے تب بھی یہ بات ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی طرف سے ہمارے معلم ہیں، آپ ہمیں قرآن مجید کی تعلیم دیتے ہیں، یعنی صرف سناتے ہی نہیں سمجھاتے بھی ہیں، تشریح اور وضاحت بھی کرتے ہیں۔ اگر آپ کا کام صرف سنانا ہی ہوتا تو ”يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ“ کافی تھا۔ لیکن سننے کے ساتھ آپ کا یہ منصب بھی ہے کہ آپ تعلیم دیں۔ تعلیم دیتے وقت معلم کو بہت سی باتوں کی تشریح کرنی پڑتی ہے۔ اگر وہ تشریح نہ کرے تو پھر صرف سننے والا ہوا، اسے قاری تو کہہ سکتے ہیں۔ معلم نہیں کہہ سکتے۔ لیکن آیات بالا کہتی ہیں کہ آپ معلم ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر معلم اللہ کی طرف سے ہو تو اس کی تشریح کو بھی اللہ کی طرف سے ماننا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی غلط تشریح پر خاموش نہیں رہ سکتا، لہذا یہ تمام تشریحات و عملی تفصیلات جو احادیث میں پائی جاتی ہیں من جانب اللہ ہیں، لہذا حدیث حجت شرعیہ ہے۔

دلیل ۹ | منکرین حدیث مرکز ملت کی تشریح کو حجت مانتے ہیں۔ انہیں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ مرکز ملت انسانوں کا منتخب کردہ ہوتا ہے اور رسول اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ کے منتخب کردہ کی بات تو حجت نہ ہو اور انسانوں کے منتخب کردہ کی بات حجت ہو۔ حالانکہ انسانوں کا منتخب کردہ اگر کوئی غلطی کرے تو اس کی اصلاح کی کوئی یقینی قطعی صورت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ اگر کوئی غلطی کرے تو فوراً وحی کے ذریعہ اس کی

یقینی و قطعی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور اس کی دو تین مثالیں بھی ملتی ہیں۔ الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح پر اللہ کی مہر تصدیق ثبت ہے لہذا حدیث حجت ہے۔

دلیل نمبر ۱ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رسول بنائے گئے اور یہ آیات نازل ہوئیں۔

۱۔ قُمْ فَأَنْذِرْ۔ (مذثر ۲) اٹھو اور لوگوں کو ڈراؤ۔

۲۔ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ اپنے رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

الْأَقْرَبِينَ ○ (شعراء ۲۱۴)

تو آپ نے اپنی قوم کو خطاب کیا۔ اس خطاب میں سب سے اہم بات جس کی بنیاد پر آپ نے وعظ و نصیحت کی وہ یہی تھی کہ آپ نے فرمایا :

”میں اللہ کا رسول ہوں اور یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔“

قوم خزر ج کے چند لوگوں کو تبلیغ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

أَنَا رَسُولُ اللَّهِ بَعَثَنِي إِلَى الْعِبَادِ یعنی میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے

..... وَأَنْزَلَ عَلَيَّ كِتَابًا بَشَرًا مجھے بندوں کی طرف مبعوث فرمایا،

ذَكَرَ الْإِسْلَامَ وَتَلَا عَلَيْهِمُ اور میرے اوپر ایک کتاب

الْقُرْآنَ۔ (مسند احمد۔ بلوغ الامانی نازل کی ہے، پھر آپ نے اسلام کا

جزر ۲۰ ص ۲۶۶) ذکر کیا اور انہیں قرآن سنایا۔

گو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے ہمیں معلوم ہوا کہ قرآن مجید

اللہ کی کتاب ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

یہ حدیث کہ ”قرآن اللہ کی کتاب ہے“ حجت ہے یا نہیں؟ اگر حجت نہیں تو پھر قرآن بھی حجت نہیں اور اگر حجت ہے تو پھر ثابت ہوا کہ احادیث حجت شرعیہ ہیں اور یہ کہ قرآن پر ایمان لانے کا دار و مدار احادیث پر ہے۔ حدیث کو پہلے حجت ماننا پڑے گا۔ اگر حدیث پر ایمان نہیں تو قرآن پر بھی ایمان نہیں۔ دلیل ۱۱ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے؟ اگر نہیں کرتے تھے تو یہ سراسر لغو ہے کہ بعد میں آنے والے تو اجتہاد کے اہل ہوں اور اللہ کا منتخب کردہ مرکز ملت اجتہاد کا اہل نہ ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان کو اجتہاد کی ضرورت ہی نہیں تھی، اس لئے کہ ہر حکم وحی کے ذریعہ معلوم ہو جاتا تھا تو پھر یہ اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ آپ کا ہر فیصلہ اور حکم وحی ہوتا تھا۔ لہذا اس کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں یعنی حدیث حجت شرعیہ ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ آپ اجتہاد کرنے تھے تو سوال یہ ہے کہ وہ اجتہاد واجب التعمیل تھا یا نہیں اگر واجب التعمیل تھا تو پھر ثابت ہوا کہ حدیث واجب التعمیل ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اجتہاد آپ کی امارت میں واجب التعمیل تھا، بعد میں نہیں تو اس کے یہ معنی ہوتے کہ بہ حیثیت امیر کے تو آپ اجتہاد کر سکتے تھے اور وہ اجتہاد واجب التعمیل تھا لیکن بہ حیثیت نبی کے آپ اجتہاد نہیں کر سکتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ امارت کا درجہ رسالت سے افضل ہوا کیونکہ امیر کی بات تو واجب التعمیل ہوتی اور رسول کی بات واجب التعمیل نہیں ہوتی۔ اجتہاد اور استنباط کا تعلق امارت سے تو ہو لیکن نبوت سے نہ ہو۔ یہ بات کتنی مضحکہ خیز ہے۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مرکزِ ملت کا اجتہاد حجت ہے تو پھر یہ بات تسلیم کرنی ہوگی کہ قرآن کے علاوہ ایک اور چیز کو حجت مانا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہوتے کہ صرف قرآن کافی نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ (اعراف ۳)

اس چیز کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور اس کے علاوہ ولیوں کی پیروی مت کرو۔

آیت بالا کی رو سے تو مرکزِ ملت کی بات حجت نہیں ہونی چاہئے اس لئے کہ سوائے منزل من اللہ کے ہر چیز کا اتباع حرام کر دیا گیا ہے۔ اب اگر مرکزِ ملت کی بات حجت نہ ہو تو احکامِ قرآن کی تشریح کیسے ہوگی۔ اس الجھن کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ صرف مرکزِ اول کے اجتہادات کو تسلیم کیا جائے، کیونکہ اس کے اجتہاد کا منزل من اللہ ہونا یا منجانب اللہ حجت ہونا بر صورت ممکن ہے، کیونکہ وہ صاحبِ وحی ہے اور اس کے اجتہاد پر عمل پیرا ہونا گویا منشاءِ الہی کی تعمیل ہے۔ اگر وہ اجتہاد منشاءِ الہی کے مطابق نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی اس پر خاموش نہ رہتا، اس کی اصلاح کر دی جاتی۔ الغرض حدیث حجت شرعیہ ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔

دلیل ۱۲ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ أَدْعَيْتُمْ مَّا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا

اے رسول، ان سے پوچھو کہ جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو، انہوں

مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ
 فِي السَّمٰوٰتِ اِنتَوٰی بِكِتٰبٍ مِّنْ
 قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَثَرٌ مِّنْ عِلْمٍ
 اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝
 (احقاف ۴)

نے زمین کی اشیاء میں سے کوئی چیز
 بنائی ہے یا آسمانوں کے پیدا کرنے میں
 ان کی کسی قسم کی شرکت ہے؟ اگر تم
 سچے ہو تو (اس کے ثبوت میں) اس
 کتاب سے پہلے کی کوئی کتاب لے آؤ
 یا کوئی علمی اثر ہی پیش کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کے علاوہ بھی کوئی چیز حجت ہو سکتی
 ہے اور وہ آثار علمی ہیں جو حجت ہیں۔ آیت میں آثار سے مراد آثار انبیاء ہی
 ہو سکتے ہیں، اس لئے کہ نبی کے علاوہ کسی دوسرے کی بات کا صحیح ہونا یقینی
 نہیں اور اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ دوسروں کے علمی آثار بھی حجت ہیں تو پھر یہ
 اور بھی زیادہ ضروری ہوگا کہ انبیاء کے آثار کو حجت مانا جائے۔

انتباہ | غیر انبیاء کے آثار اس لئے حجت نہیں ہو سکتے کہ ان کو وحی کی تائید
 حاصل نہیں ہوتی، لہذا وہ منزل من اللہ کی تعریف میں نہیں آتے۔ برخلاف
 اس کے انبیاء کے آثار کو تائید الہی حاصل ہوتی ہے۔ لہذا وہ وحی الہی اور منزل
 من اللہ میں شمار ہوتے ہیں اور اس لئے وہی حجت ہو سکتے ہیں نہ کہ غیر انبیاء
 کے آثار۔

آیت بالا سے ثابت ہوا کہ آثار انبیاء یعنی احادیث نبویہ حجت ہیں اور
 صرف ان انبیاء کی زندگی ہی میں حجت نہیں بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی
 حجت ہیں۔

دلیل ۱۳ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔

يٰبَنِيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اِنِّىْ
اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ
يَا بَتِّ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ
اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ○
فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّہُ لِلْجَبِيْنِ ○
(صفت ۱۰۲، ۱۰۳)

اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا
ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ بتاؤ
تمہاری کیا رائے ہے؟ (بیٹے نے) کہا
اے ابا جان، آپ کو جو حکم دیا گیا ہے
اس کی تعمیل کیجئے، آپ انشاء اللہ
مجھے صابرین میں سے پائیں گے۔ پھر جب
ان دونوں نے حکم کی تعمیل کی اور ابراہیمؑ
نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خواب کو حکم الہی سمجھا۔ حکم کے الفاظ نہیں تھے
بلکہ ایک عملی نقشہ تھا جو خواب میں دکھایا گیا۔ لہذا یہ قطعاً ناممکن ہے کہ یہ حکم
کتاب الہی میں موجود ہو، کیونکہ کتاب الہی میں موجود ہونے کے لئے الفاظ ضروری
ہیں۔ اسمعیل علیہ السلام نے بھی اس خواب کو حکم الہی ہی سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس
کی تائید کی اور فرمایا ”اَسْلَمًا“ ان دونوں نے حکم کی تعمیل کی۔ آیت سے ثابت
ہوا کہ نبی کو خواب میں بھی احکام الہی پہنچتے ہیں اور اسے ان کی تعمیل کرنی ہوتی ہے،
یہ احکام کتاب الہی میں نہیں ہوتے پھر بھی حجت ہوتے ہیں۔ لہذا حدیث کے
حجت ہونے میں کیا شبہ رہا۔

دلیل ۱۴ | منکرین حدیث کے نزدیک مرکز ملت کی تشریح حجت ہے اس

سلسلہ میں دو صورتیں ہمارے سامنے آتی ہیں :-

(۱) مرکزِ ملت صاحبِ وحی ہوتا ہے لہذا اس کی تشریح وحی ہے، لہذا حجت ہے۔

(۲) مرکزِ ملت کی تشریح وحی نہیں پھر بھی حجت ہے۔

پہلی صورت قطعاً صحیح نہیں۔ رہی دوسری صورت تو وہ بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ جب اسکی تشریح وحی نہیں تو وہ ”مَا أَنْزَلَ اللَّهُ“ میں داخل نہیں اور جو چیز مَا أَنْزَلَ اللَّهُ میں داخل نہیں اس کا اتباع سورۃ اعراف کی آیت ۱۷۷ اور سورۃ شوریٰ کی آیت ۱۷ کی رو سے حرام اور شرک ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ مرکزِ ملت کی تشریح حجت نہیں۔ لیکن یہ امر مسلم ہے کہ قرآن مجید کی تشریح ناگزیر ہے اور اس کے بغیر قرآنی آیات پر عمل ناممکن ہے (اس کی مثالیں آگے آرہی ہیں) لہذا کوئی تشریح ایسی ہونی چاہئے جو وحی سے ماخوذ ہو، جو اللہ نے نازل فرمائی ہو تاکہ اس تشریح کے ماننے سے توحید قائم رہے اور شرک کا ارتکاب نہ ہو اور اس کی صرف ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ اس تشریح کو تسلیم کیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے کیونکہ جو تشریح وہ کریں گے اس کو وحی تسلیم کرنا صرف قرین قیاس ہی نہیں بلکہ تقاضائے ایمان بھی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ وحی ہیں لہذا آپ کی تشریح وحی کے تابع ہے اور بالکل صحیح ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ غلط تشریح پر خاموش ہے، روز اول ہی سے دین کی غلط ترجمانی ہو اور اللہ تعالیٰ دیکھتا رہے اور

اس کی اصلاح نہ فرماتے۔ الحاصل حدیث حجت ہے۔

دلیل ۱۵ | سوال :- کیا قرآن مجید خود مکنتی ہے؟

جواب :- قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے لغت کی ضرورت پیش آتی ہے اور جو تشریح و معانی اس میں دئے ہوتے ہیں وہ حجت تسلیم کئے جاتے ہیں اور بغیر اس کے چارہ نہیں۔ لہذا قرآن کے علاوہ ایک اور چیز کو حجت سمجھا گیا۔ جب یہ لغت حجت ہے تو قرآن مجید کی وہ لغت حجت کیوں نہیں جو اس کے لغوی معنی نہیں بلکہ اصطلاحی معنی بتاتی ہے۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ اصطلاحی معنوں کی موجودگی میں لغوی معنی تسلیم نہیں کئے جاتے، لہذا قرآن مجید کے معانی کے لئے اصطلاحی لغت (یعنی حدیث) ہی حجت ہے۔

دلیل ۱۶ | لغت کے اکثر مؤلفین غیر مستند ہوتے ہیں، بعض مجہول ہوتے ہیں اور بعض غیر مسلم اور بعض متعصب بھی ہوتے ہیں لہذا ان کے لکھے ہوئے معانی کو حجت مانا جائے اور حدیث کو حجت نہ مانا جائے جس کے مدوین مستند ہوں، ثقہ ہوں، معروف ہوں، متدین اور مسلم ہوں۔ یہ کسی طرح بھی قرین انصاف نہیں۔ لہذا حدیث کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

دلیل ۱۷ | مؤلفین لغت جو معانی نقل کرتے ہیں وہ بھی مستند نہیں ہوتے۔ وہ مجہول راویوں سے ان معانی کو نقل کرتے ہیں، سنی سنائی باتیں ہوتی ہیں جن کو وہ مندرج کر دیتے ہیں، بعض مرتبہ جو غلط معنی مشہور ہو جاتے ہیں وہ بھی نقل کر دیتے ہیں اور وہ بھی اس کے لغوی معنوں میں شمار ہونے لگتے ہیں۔ برخلاف اس کے احادیث سب باسند ہوتی ہیں۔ راوی بھی مشہور و

معروف بلکہ ائمہ دین ہوتے ہیں، مجہول راویوں کی روایت تسلیم نہیں کی جاتی، سنی سنائی احادیث کو مستند نہیں مانا جاتا پھر باقاعدہ متعدد فنون لاجن کی تعداد سوا کے لگ بھگ ہے) سے ان کو پرکھا جاتا ہے لہذا باقاعدہ، مستند اور معیاری لغت کو تسلیم نہ کیا جائے اور غیر معیاری، غیر مستند لغت کو تسلیم کیا جائے یہ کسی طرح بھی نہ عقل کے مطابق ہے نہ ایمان کے۔ اگر اُس غیر مستند لغت کو تسلیم کرنا منکرین حدیث کے نزدیک صحیح ہے اور وہ حجت ہے تو پھر اس سے زیادہ مستند لغت (یعنی حدیث) کو حجت تسلیم کرنا اور بھی زیادہ ضروری ہے۔

دلیل ۱۸ | لغت زمانہ کے ساتھ بدلتی رہتی ہے، لہذا کس لغت کو حجت سمجھا جائے؟ مثلاً پہلے عیش کے معنی زندگی گزارنے کے تھے اور اب اس کے معنی روٹی کے لئے جاتے ہیں۔ لہذا قرآن مجید کا مطلب ایسی بدلتی ہوئی لغت سے کرنا قرین ایمان نہیں بلکہ اس لغت سے کرنا چاہیے جو غیر متبدل ہے یعنی حدیث۔

دلیل ۱۹ | ہر فن کی ایک اصطلاح ہوتی ہے۔ اگر ہم ریاضی و سائنس وغیرہ علوم کے فنی الفاظ کے معنی لغت میں تلاش کریں تو ہمیں بڑی مایوسی ہوگی اور ہم ان الفاظ کی حقیقت کو نہ پاسکیں گے ان الفاظ کی اصل حقیقت اور اصلی تعریف ان فنون کی کتابوں میں ہی مل سکتی ہے اور ان ہی سے ان الفاظ کے عرفی اور اصطلاحی معنی سمجھ میں آسکتے ہیں۔ شریعت الہیہ کی بھی اصطلاح ہے اور وہ اصطلاح ہی حجت ہے نہ کہ لغت، لہذا قرآن حکیم کے وہی معنی لئے جائینگے

جو اصطلاح اور عرف میں مقرر ہو چکے ہیں۔ مثلاً زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی نہیں کئے جاسکتے بلکہ وہ اصطلاحی معنی مراد لئے جائیں گے جو ہم کو قرآنی احکام کے نافذ کرنے والے نے بتائے ہیں۔ لہذا حدیث تحت ہے۔

دلیل ۲۰ لغت میں ایک ہی لفظ کے متعدد معنی ہوتے ہیں، لہذا لغت سے یہ فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ کسی لفظ کے کون سے معنی منشاء الہی کے مطابق ہیں اس کا فیصلہ حدیث رسول ہی کر سکتی ہے، لہذا حدیث تحت ہے۔

دلیل ۲۱ لغت میں بعض الفاظ کے متعارض معانی ہوتے ہیں۔ ان الفاظ کو لغت افراد کہتے ہیں۔ مثلاً

”اشتراء“: بیچنا یا خریدنا۔

”دین“: فرمانبرداری کرنا یا نافرمانی کرنا۔

”موتی“: آقا یا غلام۔

اگر قرآن مجید کو لغت کے حوالہ کر دیا جائے تو ایک ہی آیت کے دو الے معنی ہو سکتے ہیں جو ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہوں اور یہ صورت قطعاً منافی ایمان ہے اور غیر صحیح ہے۔ اسے روکنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے وہ یہ کہ کوئی ایسی چیز ہمارے پاس موجود ہونی چاہیے جو اس کا فیصلہ کر دے کہ کون سے معنی مراد ہیں اور وہ چیز سوائے حدیث کے اور کون سی ہو سکتی ہے لہذا حدیث تحت ہے۔

دلیل ۲۲ افراق کا سبب باب۔ اگر قرآن مجید کے کوئی معنی متعین نہ کئے جائیں تو پھر جو جس کی سمجھ میں آئے گا اس کے معنی کرے گا۔ اس طرح امت میں

ایک عظیم تفرقہ پھیل جائے گا۔ اُمت قرقوں میں تقسیم ہو جائے گی جیسا کہ عملاً تقلید (جوانکار حدیث کی ایک خفی صورت ہے) کی وجہ سے ہو چکا ہے۔ اس فرقہ بندی کو روکنے کا اگر کوئی ذریعہ ہو سکتا ہے تو وہ حدیث ہے، لہذا حدیث حجت ہے۔

دلیل ۲۳ | الحاد و بدعات کا سد باب۔ بعض لوگ نیک نیتی سے اور بعض لوگ بد نیتی سے قرآن مجید کے ایسے معانی کریں گے کہ اللہ کا دین اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں رہے گا۔ نیک نیتی بدعات کا دروازہ کھول دیگی اور بد نیتی الحاد کا۔ اس طرح الحاد و بدعات کا ایک عظیم سیلاب آئے گا جس کا روکنا دشواری نہیں ناممکن ہوگا۔ جیسا کہ عملاً تجدید پسندی اور تصوف (جوانکار حدیث ہی کی قسمیں ہیں) کے باعث ہو چکا ہے۔ اس الحاد و ابتداء کے انسداد کے لئے ضروری ہے کہ قرآن مجید کے کوئی ایسے معین معنی ہوں جن کے خلاف کوئی معنی نہ کر سکے اور یہ معین معنی بالاتفاق کس کے مسلمہ ہو سکتے ہیں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات حجت ہے یعنی حدیث حجت شرعیہ ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ | مذکورہ بالا دلائل کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ مرکز ملت ان تمام باتوں کا فیصلہ کرے گا لہذا نہ اختلاف ہوگا نہ افتراق نہ بدعات و الحاد کے لئے کوئی گنجائش ہوگی۔ ہر فتنہ کا سد باب قرآنی حکومت کریگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قرآنی حکومت نہ ہو تو پھر کیا صورت ہوگی؟ قرآنی حکومت صدیوں سے معدوم ہے۔ کیا ان ادوار میں افتراق و الحاد کو روکنے کا کوئی دائمی ذریعہ تھا یا نہیں؟ ضرور تھا اور وہ حدیث ہی تھی۔ قرآنی حکومت دائمی

چیز نہیں لہذا وہ اس درد کا مداوا نہیں ہو سکتی۔ اس مرض کے لئے دائمی چیز چاہئے نہ کہ عارضی۔ پھر یہ کہ قرآنی حکومت کے معدوم ہوجانے کے بعد دوبارہ قرآنی حکومت کون سا فرقہ قائم کرے گا؟ ہر فرقہ اپنی قائم کردہ حکومت کو قرآنی حکومت قرار دے گا اور اپنی من مانی کارروائیوں اور الحاد کو قرآنی حکومت کے مرکز کی تشریح قرار دیتے ہوئے نافذ کرنے کی کوشش کرے گا۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس دور الحاد میں وہ لوگ جو صحیح اسلام پر چل رہے ہوں اس ظالم حکومت کا تختہ مشق بن کر رہ جائیں۔ اصل اسلام کو نیست و نابود کیا جائے اور نام ہر وقت قرآنی حکومت کا لیا جائے۔ لہذا یہ فرض کر لینا کہ قرآنی حکومت اس الحاد اور احداث کا سد باب کر سکتی ہے طفل قلی سے زیادہ کچھ نہیں۔

پھر یہ بھی ممکن ہے کہ آج کوئی قرآنی حکومت قرآن مجید کی کسی آیت کے کوئی معنی متعین کرے اور آئندہ زمانہ کی کوئی قرآنی حکومت اُسی آیت کے دوسرے معنی متعین کرے اور کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ یہ معانی آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہوں کیونکہ عربی میں بعض الفاظ ایسے ہیں جن کے دو معنی ہوتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں۔

پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی زمانہ میں مختلف ممالک میں مختلف قرآنی حکومتیں قائم ہو جائیں اور ہر قرآنی حکومت اپنے ملک میں قرآن مجید کی آیتوں کے ایسے معانی کرے جو دوسری جگہ نہ مانے جاتے ہوں، بلکہ بعض اوقات لغت

اضداد کی وجہ سے بالکل متضاد معنی ہوں تو بتائیے ان مختلف ممالک اور مختلف ادوار کی قرآنی حکومتوں کے مختلف بلکہ متضاد معنوں میں سے کون سے معنی صحیح ہو سکتے ہیں۔ ایک ہی قرآنی حکم کی مختلف تعبیریں ہوں گی، کس تعبیر کو منشاء الہی کے مطابق سمجھا جائیگا؟ ایسے حالات میں یہ مصرع صادق آئیگا:

ع : ”شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرا“

ایک غیر مسلم کے لئے یہ موقع کتنا مضحکہ خیز ہوگا، بلکہ اس مضحکہ خیزی سے ایک مسلم بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

خلاصہ | الغرض مرکز ملت یا قرآنی حکومت کے یہ بس کی بات نہیں کہ وہ افراق والحاد کو روک سکے۔ اس کے انسداد کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ جس رسول پر ہم ایمان لائے ہیں، جس کا کلمہ ہم پڑھتے ہیں سب مل کر اس کی تشریح کو تسلیم کریں اور اپنے اختلافات کو ختم کر دیں، اپنے افہام اور خواہشات کو اس کا تابع کر دیں، اپنے اجتہادات، مذہبی روایات، خود ساختہ فقہی و تقلیدی مذاہب کو خیر باد کہہ کر صرف احادیث کو قرآنی احکام کی تشریح کے لئے حجت تسلیم کریں۔ جب تک یہ نہیں ہوگا فتنے پھیلتے رہیں گے اور ان کو پھیلنے پھولنے کا موقع ملتا رہے گا۔

دوسرا شبہ اور اس کا ازالہ | کہا جاتا ہے کہ قرآن اپنی تفسیر آپ کرتا

ہے لہذا اس کی تفسیر کے لئے نہ حدیث کی ضرورت ہے نہ مرکز ملت کی تشریح کی۔

یہ اصول بھی سو فیصد صحیح نہیں۔ بعض معاملات میں ایسا ہوا ہے کہ قرآن نے اپنی تشریح آپ کر دی ہے لیکن ہر مسئلہ میں نہیں۔ مثلاً صلوٰۃ کو لیجئے۔ حکم الہی

ہے۔

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ بَعْثًا لِّذِكْرِ الصَّلَاةِ بِرُفْعِ الْأَيْدِي فِي الْوُجُوهِ
كِتَابًا مَّوْقُوتًا ○ (نساء ۱۰۳) پر فرض کر دی گئی ہے۔

معلوم نہیں یہ ”صلوٰۃ“ کیا چیز ہے۔ قرآن مجید کی دوسری آیتوں میں بھی
یہ لفظ ملتا ہے۔ مثلاً

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ (بقرہ ۱۵۷) ان لوگوں پر ان کے رب کی طرف سے
صلوٰۃ ہوتی ہے اور رحمت۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ”صلوٰۃ“ رحمت ہی کی قسم کی کوئی چیز ہے جو
اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے :

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (توبہ ۱۰۳) آپ ان پر صلوٰۃ بھیجے یقیناً آپ کی
صلوٰۃ ان کے لئے باعث تسکین ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ”صلوٰۃ“ دعاء کی کوئی قسم ہے جو اللہ تعالیٰ
سے مانگی جائے۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں اگر ”صلوٰۃ“ کے معنی ”فضل الہی“ یا ”دعا“
کے لئے جائیں تو غماز متعارفہ کا عدم ہو جائے گی، لہذا اس موقع پر محض قرآن
مجید سے قرآنی حکم کی تفسیر نہیں ہو سکتی۔

دوسری مثال زکوٰۃ کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اتُوا الزَّكَاةَ زَكَاةً

دوسری جگہ ارشاد باری ہے :

يٰٓمُحَمَّدُ خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَّاٰتَيْنٰهُ
الْحُكْمَ صَبِيْثًا ۝ وَحٰنًا نَّامِيْثًا
لَّدُنَّا وَزَكٰوَةً وَّكَانَ تَقِيْيًا ۝
(مریم ۱۲، ۱۳)

اے محمدی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور
ہم نے محمدی کو بچپن ہی میں حکم دے
دیا تھا اور اپنی طرف سے نرمی عطا
فرمائی تھی اور زکوٰۃ بھی دی تھی اور وہ
پرہیزگار تھے۔

اس آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدی علیہ السلام کو زکوٰۃ دی
تھی اب اگر پہلی آیت میں زکوٰۃ کے معنی ٹیکس کئے جائیں تو دوسری کے معنی یہ
ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمدی علیہ السلام کو ٹیکس دیتا تھا اور اگر دوسری
آیت کو معیار مقرر کیا جائے تو پہلی آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ”پاکیزگی دیا کرو“
کیونکہ دوسری آیت میں زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی ہی کے ہیں۔ ایسی صورت میں زکوٰۃ
یعنی اسلامی ٹیکس ختم ہو جائے گا، بس پاکیزگی اختیار کرنا کافی ہوگا اور یہ بالکل
غلط ہے۔ نہ پہلی آیت دوسری کی تشریح کرتی ہے اور نہ دوسری پہلی کی۔ دونوں
آیتوں میں زکوٰۃ کے مختلف معنی ہیں۔ اگر اس اصول پر کہ قرآن اپنی تشریح
آپ کرتا ہے آنکھ بند کر کے عمل کیا جائے تو بہت زبردست غلطیاں ہوں گی۔
لہذا ایسے نازک موقعوں پر سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ دونوں آیتوں
کے صحیح مفہوم کے لئے حدیث کی طرف رجوع کیا جائے۔

تیسری مثال ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَقِيْمُوا الصَّلٰوَةَ
صلوٰۃ قائم کرو۔

”صلوة“ کے معنی کو لیا ہلانے کے بھی ہو سکتے ہیں لہذا اَقِیْمُوا الصَّلَاةَ کے معنی یہ ہوئے کہ کو لمے ہلایا کرو۔ ان معنوں کی تائید میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت بھی پیش کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اعْلَمُوا أَنَّهَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ جَانٍ لَّوْكَ دُنْيَا كِي زَنْدِ كِي لَمُو لَعِبٌ وَلَهُوْ۔ (حدید: ۲۰) کے علاوہ کچھ نہیں۔

یعنی دنیاوی حیات کا مقصد ہی کھیل تماشہ، رقص و سرود ہے لہذا جہاں یہ کہا گیا ہے کہ ”اَقِیْمُوا الصَّلَاةَ“ کو لمے ہلایا کرو تو اس کے معنی یہی ہیں کہ کھیل کود، رقص و سرود کی محفلیں قائم کرو کیونکہ کھیل کود اور زناچ ہی میں کو لمے ہلانے کے حکم کی تعمیل صحیح طور پر ہو سکتی ہے۔

ان تین مثالوں سے ثابت ہوا کہ یہ اصول ہر حالت میں صحیح نہیں کہ قرآن مجید اپنی تفسیر آپ کرتا ہے، بلکہ اس اصول کو اگر سو فیصدی صحیح مان لیا جائے تو شدید قسم کی گمراہی پھیل سکتی ہے۔ لہذا حدیث حجت ہے اور وہی قرآنی معانی کا فیصلہ کرے گی۔

بعض آیات کے معنی حل نہیں ہوتے

دلیل ۲۴ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الْحَجَّةُ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ (بقرہ: ۱۹۷) حج کے چند مقررہ مہینے ہیں۔

کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ مہینے کون سے ہیں۔ اس کی وضاحت کے لئے حدیث ہی کی ضرورت ہے۔ لہذا حدیث حجت ہے۔

دلیل ۲۵ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا
عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ
خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا
أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ
بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے
نزدیک اللہ کی کتاب میں اُس دن کے
جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا
بارہ مہینے آ رہی ہے۔ ان (مہینوں) میں
سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہ ہے
(توبہ ۳۶)

مضبوط دین۔

کیا اس آیت میں کتاب اللہ سے مراد قرآن مجید ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں
تو پھر ہر جگہ کتاب اللہ کے معنی صرف قرآن مجید کرنا صحیح نہیں، بلکہ قرآن مجید میں یہ بھی
نہ ذکر نہیں کہ چار حرمت والے مہینے کون سے ہیں جن میں دوسری آیتوں کی رو
سے جہاد و قتال حرام ہے۔ ان مہینوں کی وضاحت قرآن مجید میں کہیں نہیں لہذا
حدیث ہی ان کی وضاحت کے لئے ضروری ہے لہذا حدیث حجت ہے۔
دلیل ۲۷ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ۚ
اُنْ أَيَّامٍ فِي حَيَاتِكُمْ تُنَادِي بِذِكْرِهِ
(بقرہ ۲۰۳)
اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔

قرآن مجید میں ان ایام کی وضاحت نہیں کہ کون سے ہیں، کن ایام
میں اللہ کا ذکر ضروری ہے۔ جب تک کہ ان ایام کا علم نہ ہو اس حکم کی تعمیل
ناممکن ہے۔ ان ایام کے علم کے لئے حدیث کی ضرورت ہے لہذا حدیث حجت
ہے۔

دلیل ۲۸ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ (رج ۲۸) کا ذکر کیا کریں۔

ایام معلومات کا ذکر بھی قرآن مجید میں نہیں۔ ان کی وضاحت کے لئے حدیث کی ضرورت ہے، لہذا حدیث حجت ہے۔

دلیل ۲۸ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ○
وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ○
(صافات ۱۶۵، ۱۶۶)

قرآن مجید سے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کون کہہ رہا ہے، کن کی جگہ مقرر ہے، کون صفت بندی کرتے ہیں؟

دلیل ۲۹ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ
عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ○ وَمَا
نُنَزِّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ
(مریم ۶۳، ۶۴)

پہلی آیت میں متکلم اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسری آیت اس کے متصل واقع ہوئی ہے، تسلسل عبارت کا تقاضا ہے کہ دوسری آیت کا متکلم بھی اللہ تعالیٰ ہی ہو۔ اس صورت میں یہ لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کسی دوسرے کے حکم سے نازل ہوتا ہے اور وہی حقیقی رب ہے۔ لیکن یہ مفہوم قطعاً غیر اسلامی

ہے۔ لہذا دوسری آیت میں متکلم کوئی اور ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ۔ لیکن قرآن مجید اس معاملہ میں کوئی صفائی پیش نہیں کرتا۔ صفائی کے لئے حدیث کی ضرورت ہے۔ حدیث ہی سے اس آیت کا شانِ نزول معلوم ہوتا ہے۔ حدیث ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتوں کا جواب ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس وقت دیا تھا جبکہ آپ نے دریافت فرمایا تھا کہ تم لوگ بار بار کیوں نہیں آتے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن مجید کے ان مشکل مقامات کی تشریح کے لئے حدیث کی بڑی سخت ضرورت ہے۔ لہذا حدیث حجت ہے۔

دلیل نمبر ۳ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ اور اللہ تعالیٰ کے لئے حج اور عمرہ (لقرة ۱۹۶)

کو پورا کرو۔

قرآن مجید سے معلوم نہیں ہوتا کہ حج کیا چیز ہے اور عمرہ کیا چیز ہے، حج و عمرہ میں کیا فرق ہے۔ جب تک ان چیزوں کی وضاحت نہ ہو اس آیت پر عمل نہیں ہو سکتا۔ اس حکم کی وضاحت کے لئے حدیث کی سخت ضرورت ہے، لہذا حدیث حجت ہے۔

بعض آیات ناممکن العمل ہیں

دلیل ۳۱ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ
مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ
(البقرة ۱۵۰)

اور جہاں کہیں تم چلے جا رہے ہو مسجد
حرام کی طرف منہ کرو اور جہاں کہیں
بھی تم ہو اسی کی طرف منہ کرو (یعنی
سفر و حضر ہر حالت میں کعبہ کی طرف
منہ کرو)

بظاہر آیت کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ ہر وقت ہر حال میں قبلہ کی طرف منہ
ہونا چاہیے اور یہ قطعاً ناممکن ہے۔ قرآن مجید سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ
حکم کس وقت کے لئے ہے، ہاں حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف
نماز کے لئے ہے۔ اس تشریح کے بعد ہی اس آیت پر عمل ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔
لہذا حدیث کے حجت ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔

دلیل ۳۲ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَأَشْهَدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ
اور جب تم خرید و فروخت کرو تو گواہ
کر لیا کرو۔ (البقرة ۲۸۲)

یہ حکم بھی ناممکن العمل ہے، اس لئے کہ ہر خرید و فروخت کے وقت اگر
شہادت ضروری ہو تو بڑی مشکل پیش آئے گی۔ اس مشکل کا صرف ایک ہی حل ہے
وہ یہ کہ حدیث کی روشنی میں اس پر عمل کیا جائے، لہذا حدیث حجت ہے۔

دلیل ۳۳ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَىٰ أَجَلٍ جَبْتُمْ آيِسَ فِي وَقْتٍ مَّقْرَرَةٍ تَكْ
مَسْتَىٰ فَاكْتُبُوهُ..... وَاسْتَشْهِدُوا
شَهِيدَيْنِ مِنْ رَجَائِكُمْ
لیا کرو.... اور اس پر دو مرد گواہ کر لیا
(لقرة ۲۸۲) کرو۔

آیت بالا سے ثابت ہوا کہ ہر لین دین کا معاملہ لکھا جائے اور ایسا کرنا فرض ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چند دن یا چند گھنٹہ کے لئے کسی نے کسی سے ایک روپیہ یا اس سے کم رقم قرض لی تو کیا اسے بھی ضبط تحریر میں لانا ضروری ہے۔ اگر کہا جائے کہ اس کا بھی لکھنا فرض ہے تو عمل ناممکن ہے۔ لہذا ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ آیت کا کوئی خاص مفہوم ہونا چاہیے جو اسے قابل عمل بنا دے۔ اس مفہوم کو متعین کرنے کے لئے حدیث ہی کی ضرورت ہے لہذا حدیث حجت ہے۔

دلیل ۳۴ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ
ہر مسجد کے پاس اپنی زینت لے لیا
(اعراف ۳۱) کرو۔

آیت سے نہیں معلوم ہوتا کہ مسجد سے کیا مراد ہے۔ پھر یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ زینت سے کیا مراد ہے۔ کیا اس میں زیورات، طرہ، شیروانی اور جراب وغیرہ بھی شامل ہیں؟ اگر آیت بالا میں ”خُذُوا“ کے معنی ہیں لو اور مسجد کے معنی نماز کر لئے جائیں.... (حالانکہ یہ بھی حدیث سے ہی معلوم ہوتا ہے)

پھر بھی آیت ناممکن العمل ہے۔ اس لئے کہ ہر نماز کے وقت تمام زینت کی چیزوں کا پہننا بڑا مشکل کام ہے، اور اس مشکل کو دور کرنے کا صرف ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ حدیث کی روشنی میں آیت پر عمل کیا جائے تاکہ غیر ضروری تکلفات اور تمام اسباب زینت سے آراستہ ہونے کی تکلیف سے نجات مل جائے۔

خلاصہ | غرض یہ کہ اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جن پر بغیر حدیث کے عمل کرنا ناممکن ہے۔ لہذا حدیث حجت ہے۔

وضع احادیث

دلیل ۳۵ | احادیث کیوں گھڑی گئیں؟ اس سوال کا جواب بہت آسان ہے اور وہ یہ کہ احادیث حجت سمجھی جاتی تھیں لہذا جب کسی فتنہ پرور کو یہ خواہش ہوتی کہ وہ اپنی بات منوائے تو اس کے ساتھ وہ ایک حدیث بھی گھڑ کر لگا دیا کرتا تھا۔ اگر حدیث حجت نہ ہوتی تو حدیث کا گھڑنا لغو اور لالیعنی فعل ہوتا، لیکن اس بُرے فعل میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مصلحت تھی اور وہ یہ کہ احادیث کی اہمیت اور حجیت ثابت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ (نور ۱۱)

نہم اس تہمت کو برا نہ سمجھو بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔

تہمت اور وہ بھی دنیا کی بہترین اور سب سے زیادہ محترم خاتون پر کتنی اندوہناک اور شرمناک حرکت تھی لیکن اللہ تعالیٰ کو اس میں بھی کوئی بہتری منظور

تھی جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرما کر مسلمین کے غم و غصہ کو ٹھنڈا کر دیا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُهُ وَآشَيْئًا وَهُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا
وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُونَ ○ (بقرہ ۲۱۶)

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ تم کسی چیز کو
کو نا پسند کرتے ہو حالانکہ وہ تمہارے
حق میں بہتر ہوتی ہے اور بعض دفعہ
ایسا بھی ہوتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند
کرتے ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بُری
ہوتی ہے اور اللہ ہی جانتا ہے تم نہیں
جانتے۔

وضعِ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ اور تابعین کے دور میں حدیث
کو حجت سمجھا جاتا تھا اور جو چیز اس وقت حجت تھی پھر متواتر حجت مانی جاتی رہی ہے
وہ آج حجت کیوں نہ ہوگی۔

غرض یہ کہ وضعِ احادیث جس پر آج مختلف قسم کے طعنے دئے جاتے
ہیں ہمیں بُرا ضرور معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں بھی ہمارے لئے ایک بہتری ہے،
اور وہ یہ کہ اس کے ذریعہ سے بھی فتنہ انکارِ حدیث پر ایک کاری ضرب پڑتی ہے۔
فللہ الحمد۔

باب سوم

اطاعتِ رسول فرض ہے

دلیل ۳۶ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ
فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا
الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ○ (تغابن ۱۲)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت
کرو اور اگر تم (اطاعتِ رسول سے)
منہ موڑو تو ہمارے رسول کے ذمہ تو

صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے
(تمہاری نافرمانی کا وہ ذمہ دار نہیں)۔

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرض ہے

لہذا حکمِ رسول حجت ہے۔

دلیل ۳۷ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ
تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ
الْكَافِرِينَ ○ (آل عمران ۳۲)

کہدو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت
کرو پھر اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ
کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

گویا جو شخص اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑے وہ کافر

ہے، لہذا اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرض ہے یعنی حدیثِ حجت ہے۔

دلیل ۳۸ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا
الرَّسُولَ نَوْسُوا بِهَمِّ الْأَرْضِ
(نساء ۴۲)

قیامت کے دن کافر اور وہ لوگ جنہوں
نے رسول کی نافرمانی کی ہوگی یہ خواہش
کریں گے کہ انہیں مٹی میں ملا کر برابر
کر دیا جائے۔

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ نجات، اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم پر موقوف ہے، لہذا حدیثِ رسول حجت ہے۔

دلیل ۳۹ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ
لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا
أَبَدًا ○ (جن ۲۳)

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی
نافرمانی کرے تو اس کے لئے دوزخ
کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

دلیل ۴۰ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
وَاحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا
أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ○
(مائده ۹۲)

اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی
اطاعت کرو اور ڈرتے رہو، پھر
اگر تم نے منہ موڑا تو ہمارے رسول کے
ذمہ تو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

دلیل ۴۱ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ
كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○
(انفال ۱)

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
کرو، اگر تم مومن ہو۔

گویا مومن غنیمت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ضروری

ہے لہذا حدیث حجت ہے۔

دلیل ۲۲ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ
تُرحَمُونَ ○ (نور ۵۶) کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کے لئے اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کو شرط قرار دیا۔ لہذا حدیث حجت ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا

ذکر نہیں کیا بلکہ صرف اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا۔ اس کے معنی سوائے

اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عین اطاعتِ

الہی ہے۔

دلیل ۲۳ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا
الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا
عَلَيْهِ مَا حَبَلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حَبَلْتُمْ

کہدو کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت

کو رو پھرا اگر تم (اطاعتِ رسول سے) منہ پھیرو

تو رسول کے فرائض کی ذمہ داری رسول پر

ہے اور تمہارے فرائض کی ذمہ داری تم پر

ہے اور اگر تم اسکی اطاعت کرو گے تو ہدایت

یاب ہو جاؤ گے اور رسول کے ذمہ تو

الرَّسُولَ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ○

وَأَنْ تَطِيعُوا تَمْتَدُّ وَأَوْ مَا عَلَى

الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ○

○

(نور ۵۴)

صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

اس آیت میں کس صراحت کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا حکم دینے کے بعد دوبارہ اس کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ پھر سارا زور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دیا۔ حتیٰ کہ یہاں تک فرمادیا کہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہدایت مل سکتی ہے ورنہ سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں ملے گا۔ اس کے معنی سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی اطاعتِ الہی کا واحد ذریعہ ہے، لہذا حدیثِ حجت ہے اور بغیر اس کے ہدایت ناممکن ہے۔

دلیل ۴۴ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يَوْمَ تَقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ جس دن ان کے منہ آگ میں لٹ پٹ کئے
يَقُولُونَ يَلَيْتَنَّا اطَعْنَا اللَّهَ وَ جائیں گے تو کہیں گے مے کاش ہم نے
اطَعْنَا الرَّسُولَ (احزاب ۶۶) اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے
رسول کی اطاعت کی ہوتی۔

خلاصہ | غرض یہ کہ اس قسم کی متعدد آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ پس اطاعتِ رسول فرض ہے، لہذا حدیثِ حجت ہے۔

منکرین حدیث کے شبہات

شبہ اول | رسول سے مراد قرآن مجید ہے لہذا قرآن کی اطاعت فرض ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔

ازالہ | قرآن مجید میں کہیں بھی قرآن کو رسول نہیں کہا گیا۔ برخلاف اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی، اسم گرامی ذکر کر کے متعدد مقامات پر آپ کو اللہ کا رسول کہا گیا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ (فتح ۲۹) محمد اللہ کے رسول ہیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ (آل عمران ۱۴۴) محمد رسول ہی تو ہیں۔

لہذا رسول سے قرآن مراد لینا سراسر باطل ہے۔

شبہ ثانی | رسول سے مراد مرکزِ ملت ہے۔ لہذا مرکزِ ملت کی اطاعت فرض ہے۔

ازالہ | قرآن مجید میں کہیں بھی مرکزِ ملت کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ صد ہا مرتبہ رسول کا لفظ استعمال کرنا اور ایک مرتبہ بھی مرکزِ ملت کے الفاظ استعمال نہ کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ رسول سے مراد مرکزِ ملت ہرگز نہیں۔ اگر رسول سے مراد مرکزِ ملت ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں اللہ تعالیٰ نے مرکزِ ملت کے الفاظ ایک جگہ بھی استعمال نہ کر کے پوری دنیائے اسلام کو گمراہی میں ڈال دیا۔ کیا اللہ تعالیٰ کو مرکزِ ملت کے الفاظ معلوم نہیں تھے؟ آخر کیا بات ہے؟ کیوں اس کا ذکر نہیں؟

تنبیہ ثالث | کیونکہ اطاعتِ رسول کا حکم تمام مومنین کو دیا جا رہا ہے اور

مؤمنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم ہے کہ وہ رسول کی اطاعت کریں یعنی جس رسول کی اطاعت کرنی ہے وہ کوئی اور چیز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس سے مراد نہیں ہے۔

ازالہ اس اعتراض میں کوئی علمی نکتہ نہیں ہے بلکہ محض تعسف ہے۔ رسول اگرچہ مؤمن ہوتا ہے لیکن اس کا ذکر عام مؤمنین سے علیحدہ کیا جاتا ہے اس کو عام مؤمنین کے زمرہ میں شامل کر دینا بڑی زیادتی ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس قسم کی کوئی وضاحت نہیں بلکہ قرآن مجید رسول کو عام مؤمنین سے علیحدہ شمار کرتا ہے مثلاً ارشاد باری ہے۔

۱۔ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ
وَلِلْمُؤْمِنِينَ (منافقون ۸)
عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور
مؤمنین کے لئے ہے۔

۲۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ
وَالَّذِينَ اٰمَنُوا (مائدہ ۵۵)
تمہارا دوست تو اللہ ہے اور اس کا
رسول ہے اور وہ لوگ ہیں جو ایمان
لائے ہیں۔

۳۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ
لِاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَا۟ءِ
الْمُؤْمِنِيْنَ يَدْنَ عَلَيْهِنَّ
مِنْ حُلٰى بِيْهِنَّ (احزاب ۵۹)
اے نبی اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور
مؤمنین کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ
نقاب ڈال لیا کریں۔

اگر مؤمنین میں رسول بھی شامل ہوتا تو پھر مؤمنین کی عورتوں کے زمرہ میں اس کی بیویاں بھی داخل ہو جاتیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول کی بیویوں کا علیحدہ ذکر کیا اور مؤمنین کی بیویوں کا علیحدہ۔ لہذا ثابت ہوا کہ رسول عام مؤمنین کے زمرہ میں شامل نہیں ہوتا۔ اس کا علیحدہ بلند و ارفع مقام ہے۔

۴۔ اَلنَّبِيِّ اُولٰٓئِیْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ نَبِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهُمْ اُمَمَاتُهُمْ (احزاب ۶)

نبی، مؤمنین کے نزدیک ان کی اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے اور نبی کی بیویاں مؤمنین کی مائیں ہیں۔

اس آیت میں بھی نبی کو مؤمنین سے علیحدہ ذکر کیا گیا ہے۔ اگر نبی کو مؤمنین میں شمار کیا جائے تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ نبی کی بیویاں نبی کی مائیں ہیں اور یہ معنی سراسر باطل ہیں۔

۵۔ یٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الَّتِیْ اَتَتْ اُجُورَهُنَّ وَاَمْرًا لَا مُؤْمِنَةٌ اِنْ وَهَبْتَ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ (احزاب ۵۰)

اے نبی ہم نے آپ کے لئے وہ بیویاں حلال کر دیں جن کو آپ نے مراد کر دیا ہے..... اور وہ مؤمنہ عورت بھی حلال کر دی ہے جو اپنے نفس کو نبی کے لئے ہبہ کر دے اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے لیکن یہ حکم خالص آپ کے لئے ہے نہ کہ مؤمنین کے لئے۔

اس آیت نے بالکل واضح کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام مؤمنین کے زمرہ میں شامل نہیں۔

۶۔ اَمَّنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنْزِلَ
اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ
رسول اس چیز پر ایمان لایا جو اس
کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی
(بقرہ ۲۸۵) اور مومنین بھی۔

الغرض مندرجہ بالا آیات سے بالبداهت ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو عام مومنین کی صف میں کھڑا کرنا قرآن مجید کے خلاف ہے،
لہذا جہاں مومنین کو رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے وہاں مومنین میں رسول
شامل نہیں ہے۔ رسول متبع وحی ہے اور مومنین متبع رسول۔ مومنین کا کام رسول
کی فرمانبرداری کرنا ہے اور وہ بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے،
جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

دلیل ۴۵ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ
رَّسُولٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ
ہم رسول کو صرف اس لئے بھیجتے ہیں
کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت
کی جائے۔ (نساء ۶۴)

لہذا رسول کا منصب ہی یہ ہے کہ وہ مومنین کا مطاع ہوتا ہے۔ اور
اس منصب کا تقاضا یہ ہے کہ اطاعت رسول کی جائے، اور ہر زمانہ میں کی جائے۔
اگر یہ منصب رسول کی زندگی کی حد تک ہوتا تو پھر اطاعت رسول کی فرضیت
عارضی ہوتی اور اس کے لئے کسی اور قسم کے الفاظ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام
مومنین پر رسول کی اطاعت فرض کر کے یہ ثابت کر دیا کہ مومن جہاں کہیں بھی
ہو، جس زمانہ میں بھی ہو اس پر اطاعت رسول فرض ہے اور درحقیقت اطاعت
رسول ہی وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعہ سے اطاعت الہی ہوتی ہے جو کہ مقصد

تخلیق انسانیت ہے۔

دلیل ۴۶ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ
اللَّهَ (نساء ۸۰)

تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں سینکڑوں مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کا تذکرہ کرتا ہے لیکن اس شد و مد اور کثرت سے قرآن مجید کا ذکر نہیں کرتا اور مرکزِ ملت کا تو سرے سے ذکر ہی نہیں کرتا۔ یہی چیز اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اصل اطاعت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اطاعت ہے اس سے آزاد ہو کر کوئی شخص وحی الہی کے صحیح مفہوم تک نہیں پہنچ سکتا۔

شعبہ بعض لوگوں کو اس جگہ شبہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جُزْءِ اولوالامر کی اطاعت کا حکم دے کر مرکزِ ملت کی طرف اشارہ کیا ہے، یہ نہیں کہ سرے سے مرکزِ ملت کا ذکر ہی نہیں کیا۔ لہذا ان کے شبہ کو دور کرنے کے لئے ہم اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ منکرینِ حدیث نے ”اولوالامر“ سے مرکزِ ملت مراد نہیں لیا بلکہ انہوں نے اس کے معنی چھوٹے اور ماتحت امیر کے لئے ہیں اور جب وہ خود ہی اس کے معنی مرکزِ ملت نہیں کرتے تو ہمارا یہ بیان صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بھی جگہ مرکزِ ملت کا ذکر نہیں فرمایا۔

باب چہارم

حجّتِ حدیث اور تواتر

دلیل ۱۷ | صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے آج تک حدیث کو حجّت سمجھا جاتا رہا۔ اگر ہر دور کے علماء کا عمل و عقیدہ اس سلسلہ میں تحریر کیا جائے تو کئی ضخیم کتابیں تیار ہو سکتی ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں ایسے اقوال و افعال کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

منکرینِ حدیث سے ایک سوال | حجّتِ حدیث کا عقیدہ متواتر ہے۔ حجّتِ حدیث کا عقیدہ رکھنے والوں کی ایک مستقل اور مسلسل تاریخ ہے۔ نہ اس میں قلت ہے نہ انقطاع ہے۔ پھر یہ تاریخ اتنی شاندار ہے کہ اس پر ہم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ برخلاف اس کے منکرینِ حدیث کی کوئی تاریخ نہیں۔ پورے تیرہ سو سال بعد یہ وجود میں آئے۔ اگر منکرینِ حدیث کے پاس ان کی کوئی تاریخ ہے تو پیش کریں۔ وہ ہمیں بتائیں کہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں وہ کہاں چھپے بیٹھے تھے؟ ان میں کون کون سے ائمہ دین پیدا ہوئے۔ کون مجد د تھا۔ کون کون سے مصلح وجود میں آئے اور مسلمین کی اصلاح کرتے رہے؟ وہ کون سے صحابی تھے جو حدیث کو حجّت نہیں مانتے تھے؟ تمہاری تاریخ کے امام مالک۔ امام اوزاعی۔ امام بخاری وغیرہ کہاں غائب ہیں؟ تمہاری تاریخ کے خلفاء راشدین کہاں مستور ہیں؟ کاش منکرینِ حدیث ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرتے اور اپنی اصلاح

کر لیتے۔ اگر اب بھی وہ اس پر اصرار کریں تو ان کا جواب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں اسلام نفا کماں؟ اسلام تو اب طلوع ہو رہا ہے۔ اگر وہ یہ جواب دیں گے تو ہم یہ پڑھیں گے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

صحابہ کرام سے حجّتِ حدیث کا ثبوت

دلیل ۴۸ | حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنا ورثہ طلب کیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ فَإِنِّي أَخْشَىٰ أَنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَرِيغَ۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد)

میں ایسا کوئی کام ترک نہیں کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، بلکہ میں اسی کام کو کرتا رہوں گا کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امر کو چھوڑ دوں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔

دلیل ۴۹ | حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی قسم کے مقدمہ کے دوران اپنی خلافت کے زمانہ میں فرمایا تھا۔

فَعَمِلَ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ فِيهَا نَصَادِقُ بَارٌ

ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معاملہ میں وہی عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور اللہ

رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ - جانتا ہے کہ بے شک ابوبکرؓ سچے

(صحیح بخاری کتاب الجہاد) تھے، نیکو کار تھے، ہدایت یاب اور

حق کے تابع تھے۔

پھر فرمایا۔

أَعْمَلُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - میں بھی اسی طرح عمل کرتا رہوں گا

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے عمل کیا ہے۔

پھر فریقین کو مخاطب کر کے فرمایا۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا - بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ ہمارا (یعنی انبیاء

کا) کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ

چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

ورثہ کی تقسیم کے سلسلے میں قرآن مجید کے لحاظ سے نبی اور غیر نبی میں کوئی

فرق نہیں، ہر ایک کا ترکہ تقسیم ہونا چاہیے۔ مذکورہ بالا حدیث قرآن مجید

کی مخصص ہے اور بظاہر قرآن مجید کے خلاف نظر آتی ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے

علی الاعلان تمام صحابہ کی موجودگی میں اس کو پیش کیا اور بطور حجت شرعیہ تسلیم

کیا۔ نہ فریقین مقدمہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے اس کی تردید کی، نہ صحابہؓ

کے مجمع سے کوئی آواز اٹھی کہ حدیث حجت نہیں، نہ یہ آواز اٹھی کہ یہ حدیث

قرآن مجید کے خلاف ہے۔ تمام صحابہؓ نے اسے تسلیم کیا اور حجت مانا۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا :-

فَوَاللّٰهِ الَّذِیْ بِاَذْنِہِ تَقُوْمُ
السَّمَاوُ وَالاَرْضُ لَا اَقْضٰی فِیْہَا
قَضَاءٌ غَیْرَ ذٰلِکَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

نتیجہ | تمام صحابہؓ کے اجماع سے ثابت ہوا کہ حدیث قیامت تک کے لئے
حجت ہے۔

دلیل ۱۵ | مانعین زکوٰۃ۔ سے جب حضرت ابوبکرؓ نے قتال کا ارادہ کیا

تو وہ حضرت عمرؓ ہی تھے جنہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی مخالفت کی اور حجت میں
حدیث کو پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی
یَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ
قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّیْ
مَالِہٖ وَنَفْسَہٗ اِلَّا بِحَقِّہٖ
وَحِسَابُہٗ عَلٰی اللّٰہِ۔

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے
لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ
کہیں۔ پھر جس نے لا الہ الا اللہ کہہ
لیا تو اس نے مجھ سے اپنے مال اور
اپنی جان کو بچا لیا، مگر کلمہ کا حق لیا
جائے گا اور اس شخص کا حساب اللہ
کے ذمہ ہوگا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

صحابہؓ کی موجودگی میں یہ حدیث پڑھی گئی، کسی نے اس کے حجت ہونے
سے انکار نہیں کیا۔ کیونکہ یہ حکم قرآن مجید میں کہیں نہیں لہذا ثابت ہوا کہ ان کا

عقیدہ تھا کہ حدیث کے ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ کے احکام نازل ہوتے تھے مزید برآں یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ حدیث کو صرف وحی ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ حجت شرعیہ بھی سمجھتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ نے جواباً فرمایا۔

فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ۔ بے شک زکوٰۃ مال کا حق ہے۔

گو یا حضرت ابو بکرؓ نے حدیث کے کلمہ ”إِلَّا بِحَقِّهِ“ سے استدلال کیا اور حضرت عمرؓ و دیگر صحابہؓ نے اس استدلال کو صحیح مانا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔

میں سمجھ گیا کہ بے شک یہی حق ہے۔

فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

دلیل ۱۵۱ | مطلقہ عورت کی رہائش اور نفقہ کے مقدمہ میں حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

لَا تَتْرُكُ كِتَابَ اللَّهِ وَ سُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑیں گے۔
(صحیح مسلم باب المطلقۃ ثلاثاً لانفقة)

(لھا)

صحابہؓ نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ لہذا ثابت ہوا کہ تمام صحابہؓ سنت کو حجت سمجھتے تھے۔

دلیل ۱۵۲ | حج تمتع کو حضرت عمرؓ نے اس لئے تسلیم نہیں کیا کہ ان

کے نزدیک اس کا حکم نہ قرآن میں تھا نہ حدیث میں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

إِنْ نَأْخُذُ بِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنَّهُ
يَأْمُرُنَا بِالشَّمَامِ وَإِنْ نَأْخُذُ
بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ لَمْ يَجْعَلْ حَتَّى نَخْرُ
الْهُدَى (صحیح بخاری باب من أَهَلَ
فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کر لیا۔

صحابہؓ نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہؓ حدیث کو بھی ماخذ قانون مانتے تھے۔

انتباہ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام نہیں کھولا جب تک قربانی نہیں کی، جنہوں نے یہ فعل دیکھا تھا وہ اسی کو ضروری سمجھتے رہے، مثلاً حضرت عمرؓ لیکن جن لوگوں کو آپ نے احرام کھولنے کی اجازت دے دی تھی وہ اسے ہی قانون شرعیہ سمجھتے رہے مثلاً

دلیل ۵۳ | حضرت عمرانؓ نے حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کا انکار کرتے ہوئے فرمایا۔

لَمْ يَنْهَ حَتَّى مَاتَ (صحیح بخاری) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں کیا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

گویا حضرت عمران بن حصینؓ نے تمتع کی حدیث پر عمل کیا اور اس کو اس لئے

واجب التعمیل سمجھا کہ آپؐ نے آخر وقت تک اس سے منع نہیں کیا تھا۔
انتباہ | جو شخص قربانی کا جانور لے کر جائے اسے احرام نہیں کھولنا چاہیے
 جب تک قربانی نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔ صحابہ
 کرامؓ کو بھی یہی حکم دیا گیا تھا لہذا جن صحابہؓ کے ساتھ قربانی کا جانور تھا انہوں
 نے عمرہ کر کے احرام نہیں کھولا لیکن ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی
 فرمایا تھا کہ جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو وہ عمرہ کر کے احرام کھول دے،
 لہذا جن صحابہؓ کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت
 عمرؓ کا فتویٰ حدیث کے پہلے حصہ کے مطابق تھا لیکن دوسرے حصہ کے خلاف
 تھا لہذا حضرت عمرانؓ نے اس فتویٰ کو تسلیم نہیں کیا اور حدیث کو حجت مانا، گویا
 ان کے نزدیک حدیث حجت تھی نہ کہ مرکزِ ملت کا فتویٰ۔ حضرت عمرؓ کو اس سلسلہ
 میں جو غلط فہمی ہوئی اس کا ذکر احادیث کی کتابوں میں موجود ہے جس کا اُلْبَ لَبَّ
 یہ ہے کہ انہوں نے تمتع کی اجازت کو عام نہیں سمجھا تھا۔

دلیل ۵۴ | ایک عورت اپنے پوتے کے ترکہ میں سے اپنا ورثہ لینے آئی جفرت
 ابو بکرؓ نے فرمایا :

مَا لَكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ وَ
 مَا عَلِمْتُ لَكَ فِي سُنَّةِ نَبِيِّ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا۔
 نہ کتاب اللہ میں تیرا کوئی حصہ مقرر
 ہے، نہ میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں تیرا
 کوئی حصہ مقرر ہے۔
 (ابوداؤد، ترمذی)

اس کے بعد فرمایا ”پھر آنا، میں لوگوں سے دریافت کروں گا“ پس انہوں

نے لوگوں سے دریافت کیا۔ حضرت مغیرہؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے بھی چھٹا حصہ اس عورت کو دے دیا۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس متوفی کی نانی میراث مانگنے آئی انہوں نے فرمایا :

مَا أَنَا بِزَائِدٍ فِي الْفَرَائِضِ وَلَكِنْ
هُوَ ذَلِكَ السُّدُسُ فَإِنْ اجْتَمَعَتْمَا
فِيهِ فَهُوَ بَيْنَهُمَا۔
(ابوداؤد و ترمذی)

میں مقررہ حصہ میں زیادتی نہیں کر سکتا۔
دادی، نانی کا چھٹا حصہ ہے۔ اگر تم
دونوں جمع ہو گئی ہو تو چھٹا حصہ دونوں میں
تقسیم ہو گا۔

دادی یا نانی کا حصہ قرآن مجید میں نہیں ہے، حدیث میں ہے، لیکن حضرت عمرؓ اس کو ابدی قانون سمجھتے تھے اور اس کو تبدیل نہیں کر سکتے تھے؛ گو یا مرکزِ ملت کے لئے بھی حدیث کو قانون سمجھنا ضروری ہے اور اس میں کمی بیشی کا اختیار اسے نہیں۔ مذکورہ بالا واقعہ سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور تمام صحابہؓ حدیث کو حجت شرعیہ سمجھتے تھے۔

دلیل ۵۵ | حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُصَلِّيهِمَا وَلَا يُصَلِّيهِمَا فِي السُّجْدِ
مَخَافَةَ أَنْ يُثْقَلَ عَلَى أُمَّتِهِ وَ
كَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ۔
(صحیح بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے
بعد دو رکعت پڑھتے تھے لیکن مسجد
میں نہیں پڑھتے تھے اس ڈر سے کہ
کہیں امت پر بوجھ نہ ہو جائے اور
آپ امت پر تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ کے نزدیک بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی سنت پر عمل کرنا امت کے لئے ضروری ہے۔

دلیل ۵۶ | سراقہ بن مالکؓ پوچھتے ہیں :

اَلَكُمْ هَذِهِ خَاصَّةٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا، بَلْ لِلْأَبَدِ۔

کیونکہ تمہارے آپ لوگوں کے لئے خاص ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے یہی حکم ہے۔

صحیح بخاری باب عمرة التنعيم وروی مسلم نحوه

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احکام حدیث قیامت تک کے لئے حجت ہیں۔

دلیل ۵۷ | زبیر بن عربیؓ کہتے ہیں۔

ایک شخص نے عبداللہ بن عمرؓ سے حجر اسود کو چھونے کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے چھوتے اور اس کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے اس نے کہا آپ کی کیا رائے ہے اگر میں ہجوم میں گھر جاؤں، اگر میں مغلوب ہو جاؤں (تو کیا کروں؟) فرمایا یہ اپنی اگر مسگر یمن میں رکھو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے چھوتے اور اس

سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ اسْتِلاَمِ الْحَجَرِ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ قَالَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِنْ زُحِمْتُ أَرَأَيْتَ إِنْ غُلِبْتُ قَالَ اجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِإِيْمَنِ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ

الحج

کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا عقیدہ تھا کہ خواہ حالات کتنے ہی ناسازگار ہوں، سنتِ رسول چھوڑی نہیں جاسکتی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ سنت ہمیشہ سب لوگوں کے لئے واجب الاتباع ہے نہ کہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ تک جیسا کہ منکرینِ حدیث کا خیال ہے۔

دلیل ۵۸ | عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا قرآن سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صفا و مروہ کا طواف نہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ فرمایا۔
بِئْسَ مَا قُلْتَ.... وَقَدْ سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَّافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتْرُكَ الطَّوَّافَ بَيْنَهُمَا۔
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تم نے بُری بات کی... بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے طواف کو سنت قرار دیا ہے، لہذا اب کسی کو اختیار نہیں کہ ان کے طواف کو چھوڑ دے۔

گو یا حضرت عائشہؓ باوجود قرآنِ مجید کی ظاہری اجازت کے سنتِ رسول کو چھوڑنا جائز نہیں سمجھتی تھیں۔

دلیل ۵۹ | حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

لَا تُرِيدُ تَغْيِيرَ مَا أَمَرَبِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
جس چیز کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اس میں ہم تبدیلی کا ارادہ نہیں کر سکتے۔
(صحیح مسلم باب وجوب المبيت بمنى ليالي أيام التشريق)

دلیل ۶۱ | حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے ایک فتویٰ کے خلاف علی الاعلان فرمایا۔

مَا كُنْتُ لِادَّعِ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ أَحَدٍ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت
(صحیح بخاری کتاب المناسک) کو نہیں چھوڑ سکتا۔

گویا حضرت علیؓ اس بات کے قائل تھے کہ حدیث قیامت تک کے لئے
حجت ہے۔ مرکزِ ملت کا فتویٰ حجت نہیں، اسی لئے انہوں نے خلیفہ وقت
مرکزِ ملت حضرت عثمانؓ کے قول کو مسترد کر دیا لیکن حدیث کو نہ چھوڑا۔

(نوٹ: حضرت عثمانؓ سے یہ فتویٰ غلط فہمی کی وجہ سے صادر ہوا تھا)

دلیل ۶۱ | حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے اس طرح عرض کیا۔

إِبْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا يَعْلَمُونَ
الْقُرْآنَ وَالسُّنَّةَ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ
سَبْعِينَ رَجُلًا مِنْ الْأَنْصَارِ -
(صحیح مسلم باب ثبوت الجنتہ للشہید)
ہمارے ساتھ کچھ آدمی بھیج دیجئے جو
ہمیں قرآن و سنت کی تعلیم دیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر انصار
ان کے ساتھ روانہ کر دیئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ سنت کو بھی جزو دین سمجھتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے انکار نہیں فرمایا۔

دلیل ۶۲ | ایک غلام نے کسی کے باغ میں سے کچھ چرایا۔ مالک نے حضرت

مروانؓ حاکم مدینہ کے پاس استغاثہ کیا۔ حضرت مروانؓ نے غلام کو قید کر دیا اور اس
کے ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کیا۔ حضرت رافع بن خدیجؓ نے حضرت مروانؓ کو خبردار کیا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا قُطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثْرٍ۔

پھل اور کھجور کا کو دا چرنے پر ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

محمد بن یحییٰ کہتے ہیں۔

فَأَمَرَ مَرْوَانَ بِالْعَبْدِ فَأَرْسَلَ۔

پھر حضرت مروانؓ نے حکم دیا کہ غلام (ابوداؤد کتاب الحدود)

چھوڑ دیا جائے لہذا وہ چھوڑ دیا گیا۔

دلیل ۶۳ | حضرت عمرؓ نے ایک پاگل عورت کو جس سے زنا کا ارتکاب

ہوا تھا سنگسار کرنا چاہا۔ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو وہ آئے اور کہا۔ اے

امیر المؤمنین :

کیا آپ کو نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین

آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے :

”پاگل سے جب تک وہ اچھا نہ ہوگا

سونے والے سے جب تک وہ جاگ

نہ جائے۔ بچے سے جب تک وہ سمجھ

دار نہ ہو جائے۔“ حضرت عمرؓ نے

فرمایا کیوں نہیں۔ حضرت علیؓ نے پوچھا

کہ پھر آپؓ اُسے کیوں سنگسار کر رہے

ہیں۔ فرمایا کوئی بات نہیں ہے۔ کما تو

أَمَّا عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْقَلَمَ

قَدْ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ

حَتَّى يَبْرُءَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى

يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَعْقِلَ

قَالَ بَلَى قَالَ فَمَا بَالُ هَذِهِ تُرْجِمُ

قَالَ لَا شَيْءَ قَالَ فَأَرْسَلَهَا قَالَ

فَأَرْسَلَهَا قَالَ فَجَعَلَ يُكَبِّرُ۔

(ابوداؤد کتاب الحدود)

پھر اسے چھوڑ دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے
اُسے چھوڑ دیا اور اللہ اکبر کہنے لگے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور تمام صحابہؓ
حدیث کو حجت سمجھتے تھے۔ حدیث کے موافق عمل کرتے تھے۔ مرکزِ ملت بھی حدیث
ہی کا فرمانبردار تھا۔ پہلے سنگسار کی سزا تجویز کرنا اور بعد میں اس پاگل عورت کو
چھوڑ دینا دونوں کام حدیث ہی کے مطابق تھے۔

دلیل ۶۴ | پیٹ کا بچہ گرانے کے قصاص کا مقدمہ حضرت عمرؓ کے دربار میں
پیش ہوا۔

اِنَّهُ سَأَلَ عَنْ قَضِيَّةِ النَّبِيِّ حضرت عمرؓ نے اس مقدمہ میں رسول
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذَلِكَ۔ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ دریافت
کیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی اطلاع آپ کو دی گئی تو
منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا :-

اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَوْ لَمْ اَسْمَعْ بِهٰذَا اللہ اکبر، اگر ہم یہ فیصلہ نہ سنتے تو
لَقَضَيْنَا بِغَيْرِ هٰذَا۔ اس کے خلاف فیصلہ کر دیتے۔

(ابوداؤد کتاب الدیات جلد ۲ ص ۲۸۱)

صحابہؓ کے مجمع میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کہا کہ آخر حدیث کے خلاف
فیصلہ کرنے پر افسوس و ملال کا اظہار کیوں کیا جا رہا ہے؟ حدیث حجت ہی کب
ہے کہ اس کے خلاف فیصلہ کو اتنی اہمیت دی جائے۔ نہیں بلکہ حضرت عمرؓ

(مرکز ملت) اور تمام صحابہؓ یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ احکامِ حدیث حجت شرعیہ ہیں۔

دلیل ۶۵ | حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ جَبَّ مِلِّي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَتَلَمَّحْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا كِي حَدِيثِ سَنَاقٍ تَوَيْسَ اسے زیادہ
 فَلَا أَنْ أَخَذَ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ بِسَدِّ كَرْتَا هُوں کہ آسمان پر سے گر پڑوں
 مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَيْهِ - (ابوداؤد) بہ نسبت اس کے کہ آپ پر جھوٹ بولوں۔
 پھر حضرت علیؓ نے خارجیوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک
 پیشین گوئی سنائی۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک حدیث کی کتنی بڑی
 اہمیت تھی۔ وہ حدیث کی پیشین گوئیوں پر ایمان رکھتے تھے۔ اب سوال یہ ہے
 کہ یہ پیشین گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے کی؟ ضرور وحی آئی ہوگی۔
 لہذا حضرت علیؓ کے عقیدہ کے مطابق وہ پیشین گوئی وحی الہی ہوئی۔ یعنی حدیث
 وحی ہے لہذا حجت ہے۔

دلیل ۶۶ | ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے گودنے والیوں، بال
 صاف کرنے والیوں، دانتوں کو چھیدنے والیوں اور اللہ کی تخلیق کو بدلنے والیوں
 پر لعنت کی۔

ایک خاتون ام یعقوب نے اعتراضاً کہا کہ آپ نے اس طرح لعنت کیسے
 کی؟ فرمایا:

وَمَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللَّهِ -
 میں کیوں اس پر لعنت نہ کروں جس پر
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت
 کی ہے اور یہ لعنت اللہ کی کتاب میں
 موجود ہے۔

اُمّ یعقوب کہنے لگیں :

لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ التَّوْحَيْنِ فَهَا
 وَحْدَتُهُ -
 تحقیق میں نے پورا قرآن پڑھا ہے،
 مجھے تو یہ چیز اس میں نہیں ملی۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔

وَاللَّهِ لَئِنْ قَرَأْتُ بِهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ
 ثُمَّ قَرَأْتُ : وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ
 فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ
 فَانْتَهُوا - (صحیح بخاری کتاب اللباس)
 اللہ کی قسم اگر تم نے قرآن مجید پڑھا
 ہوتا تو یہ چیز تم کو صبر و رمل جاتی پھر
 یہ آیت پڑھی (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے)
 جو رسول تم کو دے وہ لے لو اور جس
 سے روک دے اس سے رک جاؤ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعودؓ حدیث کو بھی کتاب اللہ
 سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا وہ
 قرآن مجید کی طرح حجت ہے۔ اسی آیت کو عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ
 نے بھی حجت حدیث کی دلیل میں پیش کیا تھا۔

(سنن نسائی کتاب الاشریۃ باب ذکر الدلالة علی النہی للموصوف عن الاویۃ
 التي تقدم ذکرها کان حتماً)

دلیل ۶۷ | حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ورثہ کے ایک مقدمہ میں فیصلہ کیا۔ اور کہا کہ ابن مسعودؓ سے بھی دریافت کر لینا وہ میری تائید کریں گے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا :

لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذَا وَمَا أَنَا مِنَ
الْمُهْتَدِينَ أَقْضَىٰ فِيهَا بِمَا
كَأَنَّكَ فِيهِ قَضَىٰ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ (صحیح بخاری کتاب الفرائض) فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔
حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا ”ان کے ہوتے ہوئے مجھ سے نہ پوچھا کرو“ گویا
دونوں صحابیوں کے نزدیک حدیث کے خلاف فیصلہ کرنا ضلالت ہے۔

دلیل ۶۸ | عبداللہ بن السعدی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے عامل مقرر کیا تو
اس کی تنخواہ دینی چاہی۔ میں نے کہا کہ میں نے یہ کام اللہ کے لئے کیا ہے، میرا اجر
اللہ کے ذمہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، جو دیا جا رہا ہے لے لو، اس لئے کہ
إِنِّي عَمِلْتُ عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَعَمَلَنِي (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ و
روى البخارى نحوه فى كتاب الاحكام)
میں نے بھی یہ خدمت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں انجام
دی تھی اور آپؐ نے مجھے تنخواہ دی تھی۔

دلیل ۶۹ | ورثہ کے ایک مقدمہ میں حضرت عمرؓ نے فیصلہ کیا کہ مقتول کی بیوہ
کو دیت میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ حضرت ضحاکؓ نے ان کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیوہ کو دیت میں سے حصہ دیا تھا۔

فَرَجَعَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
(ابوداؤد کتاب الخراج وروی الترمذی اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیا۔

(نحوہ)

دلیل نمبر ۱ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مطابق اہل کتاب سے جزیہ لیا کرتے تھے۔
مجوس سے جزیہ نہیں لیتے تھے لیکن جب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے خبر دی کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا ہے تو پھر وہ بھی لینے لگے۔
(صحیح بخاری)

مندرجہ بالا آثار سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث
کو حجت شرعیہ سمجھتے تھے۔

دلیل نمبر ۲ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین کرائے پر دیا کرتے تھے۔
جب انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے
تو کرایہ پر دینا چھوڑ دیا۔ (صحیح بخاری کتاب الحرث والمزارعة)

گویا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث کو حجت سمجھا۔ مرکز ملت سے رجوع نہیں فرمایا۔
دلیل نمبر ۳ ایک شخص نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔

إِنَّكُمْ لَتُحَدِّثُونَ بَأَحَادِيثَ آپ ہیں ایسی احادیث سناتے ہیں جن
مَا زَجَدُ لَهَا أَصْلًا فِي الْقُرْآنِ کی اصل قرآن میں نہیں ملتی۔ اس
— فَخَضِبَ عِمْرَانُ وَقَالَ بات پر حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ
لِلرَّجُلِ أَوْ جَدُّ تَمَّ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ عنہ کو غصہ آگیا۔ فرمایا ”کیا تمہیں قرآن
دُرْهَمًا دُرْهَمًا وَمِنْ كُلِّ كَذَا میں یہ ملتا ہے کہ ہر چالیس درہموں میں

وَكَذَا..... أَوْحَدُتُمْ هَذَا فِي
الْقُرْآنِ قَالَ لَا قَالَ فَعَمَّ
أَخَذُتُمْ هَذَا؟ أَخَذُتُمُوهُ
عَنَّا وَأَخَذْنَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ أَشْيَاءَ
فَحَوْ هَذَا. (ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ)

سے ایک درہم زکوٰۃ نکالو وغیرہ وغیرہ
کیا تمہیں قرآن میں یہ سب کچھ ملتا ہے؟
اس شخص نے کہا نہیں۔ فرمایا ”پھر تم
نے کس سے حاصل کیا؟ تم نے ہم سے
لیا اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے“ اسی طرح انہوں نے اور بہت

سی چیزوں کا ذکر کیا جو قرآن مجید
میں نہیں ہیں لیکن حدیث میں ہونے کی
وجہ سے سب مانتے ہیں)

گویا حضرت عمرانؓ کے نزدیک احکام حدیث، قرآن مجید کی طرح حجت تھے۔
وہ لوگ اس سے سبق حاصل کریں جو یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ حکم قرآن میں تو کہیں
نہیں ہے۔

دلیل ۳ | حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرؓ کو ایک
حدیث سنائی۔ حضرت عمرؓ نے کہا ”گواہ لاؤ ورنہ سزا دوں گا۔“ انہوں نے گواہ پیش
کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

أَحْبَبْتُ أَنْ أَتَّخِذَ (صحیح مسلم) میں نے چاہا کہ تحقیق کر لوں۔
پھر فرمایا:

إِنِّي لَمَّا أَتَيْتُكَ وَلَكِنِّي الْحَدِيثَ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

میں تمہیں جھوٹ کی تمہمت نہیں لگاتا
مگر بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

وَسَلَّمَ شَدِيدًا (ابوداؤد) وَفِي رِوَايَةٍ
 إِنِّي لَمْ أَتَّهِمُكَ وَلَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ
 يَتَقَوَّلَ النَّاسُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (موطار امام مالک)

علیہ وسلم کی حدیث کا معاملہ بہت سخت
 ہے۔ میں ڈرا کہ کہیں لوگ جھوٹی حدیث
 نہ بنانے لگیں۔

و ابوداؤد کتاب الادب

گویا حضرت عمرؓ حدیث کو بہت بڑا درجہ دیتے تھے اور صرف اسی لئے کہ
 وہ ابدی قانون کا درجہ رکھتی ہے ورنہ اس کی اہمیت کی اور کوئی وجہ نہیں۔

دلیل ۷۷۷ | امیہؓ کہتے ہیں میں نے ابن عمرؓ سے کہا۔

كَيْفَ تَقْصُرُ الصَّلَاةَ وَإِنَّمَا قَالَ
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
 أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ
 فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ يَا ابْنَ أَخِي إِنَّ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانَا
 وَنَحْنُ ضَلَالٌ فَحَلَمْنَا فَكَانَ فِيمَا
 عَلَّمَنَا أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَرَنَا
 أَنْ نَصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ فِي السَّفَرِ۔

آپ (امن کے) سفر میں نمازیں قصر کیسے
 کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 کہ تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم خوف کی وجہ
 سے نمازیں کمی کر دو۔ ابن عمرؓ نے فرمایا
 اے بھتیجے بے شک رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم ہماری طرف مبعوث کئے گئے
 اس حالت میں کہ ہم گمراہ تھے پس آپ نے
 ہمیں تعلیم دی تو جن باتوں کی آپ نے

(نسائی باب کیف فرضت الصلوة وروی
 ابن حبان فی صحیحہ بخوہ)

ہمیں تعلیم دی ان میں سے یہ بھی ہے کہ
 اللہ عز و جل نے ہم کو حکم دیا ہے کہ سفر
 میں ہم دو رکعت پڑھا کریں۔

اس اثر سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام احادیث کو بھی من جانب اللہ سمجھتے تھے اور باوجود اس بات کے کہ وہ بظاہر قرآن کے خلاف معلوم ہوتی تھیں انہیں حجت شرعیہ سمجھتے تھے۔

دلیل ۷۵ | ابن سمطؓ کہتے ہیں :-

رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكَعَتَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَفْعَلُ كَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ (صحیح مسلم باب صلوٰۃ المسافرین)

میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ قصر کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا میں تو اسی طرح کرتا ہوں جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

باوجود اس کے کہ بحالت امن سفر میں قصر کرنے کی اجازت قرآن مجید سے ثابت نہیں لیکن حضرت عمرؓ پھر بھی قصر کرتے ہیں اور حدیث کو حجت سمجھتے ہیں۔

دلیل ۷۶ | ایک صاحب نے حدیث کے مقابلہ میں قیاس آرائی کی تو حضرت عمران بن حصینؓ نے فرمایا۔

صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَبْتَ أَنْتَ - (نسائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے اور تو نے غلط کہا ہے۔

کتاب الجنائز باب النیاحۃ علی المیت

دلیل ۷۷ | حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَمُ لے لوگو! مجھ سے حج کے مناسک سیکھ لو
فَإِنِّي لَا أَدْرِي نَعْلِي وَلَا أَحْتَجُّ بَعْدَ عَامِي هَذَا۔ (نسائی جلد ۲ ص ۱۷۰) بعد حج نہ کر سکو۔

باب الركوب إلى الجمار

مطلب ظاہر ہے کہ احادیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی حجت شرعیہ ہیں اور یہی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا تھا۔
دلیل ۸۷ | رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ان کے چچا ظہیرؓ نے بیان کیا کہ

لَقَدْ كُنَّا نَرَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرِ كَانَ بِنَا رَافِعًا قُلْتُ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ حَقٌّ قَالَ دَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا تَصْنَعُونَ بِمَحَاقِلِكُمْ قُلْتُ نَوَاجِرُهَا عَلَى الرُّبْعِ..... قَالَ لَا تَفْعَلُوا ازْرَعُوهَا وَارْزَعُوهَا وَأَمْسِكُوهَا قَالَ رَافِعٌ قُلْتُ سَمْعًا وَطَاعَةً (صحیح بخاری کتاب الحرج)

تحقیق ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کام سے منع کیا جس میں ہمیں بڑی آسانی تھی، میں نے کہا جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق ہے، ظہیرؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا تم اپنے کھیتوں کا کیا کرتے ہو، میں نے کہا ہم اس کو چوتھائی کے عوض میں کرایہ پر دے دیتے ہیں۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کرو، کھیتی کر دیا کھیتی کراؤ یا اسے روکے رکھو رافعؓ نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

حضرت سعدؓ نے کہا :

قَدْ صَنَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ صَنَعْنَا هَا مَعَهُ - (ترمذی کتاب الحج) ساتھ کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ نے مرکزِ ملت حضرت عمرؓ کے فتویٰ کو حجت نہیں سمجھا بلکہ حدیث کو حجت سمجھا۔

دلیل ۸۱ | ایک شامی شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حج تمتع کے متعلق سوال کیا، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا حلال ہے۔ شامی نے کہا تمہارے والد نے تو اس سے منع کیا ہے۔

قَالَ إِنْ كَانَ أَبِي يَنْهَى عَنْهَا وَصَنَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرٌ أَبِي يُتَّبَعُ أَمْ أَمْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ بَلْ أَمْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَقَدْ صَنَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ترمذی)

فرمایا، ”اگر میرے باپ نے منع کیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کیا ہو تو میرے باپ کی بات مانی جائے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔“ اس شخص نے کہا، ”نہیں بات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی مانی جائے گی۔“ حضرت عبداللہ نے فرمایا ”یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا ہے۔“

گویا عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عمرؓ کی بات نہ بہ حیثیت مرکزِ ملت کے مانی، نہ بہ حیثیت والد کے۔ انہوں نے مرکزِ ملت کے فتویٰ کو حجت نہیں سمجھا، وہ یہی سمجھتے تھے کہ

بس حدیث ہی حجت ہے اور یہی اس زمانہ کے عام لوگوں کا حال تھا۔

دلیل ۸۲ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فریجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

أَمْلِكُنِي فِي بَيْتِكَ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ
مَدَّت پوری ہو۔
تم اپنے گھر میں رہو جب تک عدت کی

لہذا وہ چار مہینہ دس دن وہاں عدت میں بیٹھیں۔ وہ کہتی ہیں۔

فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ أَرْسَلَ إِلَيَّ
جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں
نہ کسی کو میکریاں بھیجا۔ اس نے مجھ

سے یہ حدیث دریافت کی۔ میں نے

اس کو یہ حدیث بتادی۔ پھر حضرت عثمانؓ

نے اسی کی پیروی کی اور اُسی کے مطابق
فیصلہ کیا۔

فَاتَّبَعَهُ وَقَضَى بِهِ۔
(ترمذی ابواب الطلاق)

گویا مرکز ملت بھی احادیث کو حجت شرعیہ سمجھتے تھے۔

دلیل ۸۳ | حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند مرتدین کو جلا دیا۔ حضرت ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی تو فرمایا میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے حکم کے مطابق قتل کرتا آپؐ نے فرمایا ہے۔

مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاَقْتُلُوْهُ
جو اپنا دین بدل دے اُسے قتل کر دو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے۔

لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللَّهِ (صحیح بخاری) اللہ کے عذاب سے سزا مت دو۔

جب حضرت علیؓ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا :

صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ (ترمذی ابوالحداد) ابن عباسؓ نے ٹھیک کہا ہے۔

گویا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مرکز ملت تھے حدیث ہی کو حجت شرعیہ سمجھتے تھے۔ حدیث کے خلاف جو سزا انہوں نے دی تھی اس پر اظہار افسوس کیا تھا۔

(مسند احمد و ابوداؤد۔ فتح ربانی جز ۱ ص ۶۹)

دلیل ۸۴ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ کے انتخاب پر

اختلاف ہوا تو حدیث قریش ولایۃ ہذا الا امرہی سے فیصلہ ہوا اور تمام صحابہؓ حدیث کے سامنے خاموش ہو گئے۔ (مسند احمد۔ فتح الباری باب مناقب ابی بکرؓ)

دلیل ۸۵ | عن ابن عباس قال حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جعل الناس یسئلونہ عن الصلوۃ سے لوگوں نے سفر کی نماز کے متعلق سوال

کیا۔ فرمایا ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر فقال کان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج جب اپنے گھر سے نکلنے تو دو رکعتوں سے

عن اہلہ لم یصل الا رکعتین زیادہ نہ پڑھتے یہاں تک کہ اپنے گھر

حتی رجع الی اہلہ۔ واپس آتے۔“

{(مسند امام احمد) (بلوغ الامانی جز ۵ ص ۹۶)}

سوال اس لئے کیا تھا کہ سفر میں قصر کرنا بظاہر قرآن مجید کے خلاف تھا لیکن

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعاً اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ یہ فعل قرآن

مجید کے خلاف معلوم ہوتا ہے بلکہ علی الاعلان اس چیز کا اعلان فرمایا جو حدیث سے

ثابت تھی اور اس کو ایسی حالت میں بھی حجت سمجھا۔

خلاصہ | غرض یہ کہ کہاں تک لکھا جائے اسکی کوئی حد و انتہا نہیں ہے، کتب حدیث میں ہر روایت حدیث کے تحت ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس طرح حدیث کے تحت ہونے کے دلائل کی تعداد کئی ہزار تک پہنچ جاتی ہے، کیا ان ہزار ہا دلائل کی موجودگی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حدیث تحت نہیں، اگر اب بھی کوئی حدیث کے تحت نہ ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ حقائق اور مستورات کا انکار کرتا ہے، اس کا دعویٰ سراسر باطل ہے بلکہ محض ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔

باب پنجم

حجیت حدیث پر اعتراضات اور انکے جوابات

اعتراف ۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا
تَكُلُّ شَيْءٌ وَهُدًى وَرَحْمَةً
وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ○
اور ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی
ہے جو کل چیزوں کو بیان کرتی ہے۔
اور وہ مسلمان کے لئے ہدایت رحمت
اور بشارت ہے۔ (نحل ۸۹)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کل باتوں کا علم قرآن مجید میں ہے لہذا حدیث کی ضرورت نہیں۔

جواب ۱۔ صرف قرآن کافی نہیں۔ اس کے متعلق دلائل گزشتہ اوراق میں دئے جا چکے ہیں۔

جواب ۲۔ کتاب کے معنی شریعت النبیہ کے بھی ہوتے ہیں اور شریعت النبیہ میں حدیث بھی شامل ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں :

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ هَم لَوْك رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ أَلْشُّدُّكَ
 اللَّهُ إِلَّا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ
 اللَّهِ فَقَامَ خَصْمُهُ وَكَانَ أَفْقَهُ
 مِنْهُ فَقَالَ اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ
 وَأُذِنَ لِي قَالَ قُلْ قَالَ إِنَّ ابْنِي
 كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا فَزَنِي
 بِأَمْرَاتِهِ فَأُتِدَّتْ مِنْهُ بِهَائَةِ
 شَاةٍ وَخَادِمٍ ثُمَّ سَأَلْتُ رَجُلًا
 مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ
 عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبَ عَامٍ
 وَعَلَى أَمْرَاتِهِ الرَّجْمَ فَقَالَ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي
 نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا
 بِكِتَابِ اللَّهِ جَلْدَ ذِكْرَةِ الْبَهَائَةِ
 شَاةٍ وَالْخَادِمَ رَدُّ عَلَيْكَ وَعَلَى
 ابْنِكَ جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبَ عَامٍ
 وَاعْدُ يَا نَيْسُ عَلَى أَمْرَاةٍ هَذَا
 فَإِنْ اعْتَرَفَتْ فَأَرْجُمُهَا فَغَدَا
 عَلَيْهَا فَأَعْتَرَفَتْ فَارْجُمَهَا

کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی اثنائیں
 ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا میں آپ
 کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ
 ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ
 کر دیجئے۔ پھر فریقِ ثانی کھڑا ہوا اور وہ
 زیادہ سمجھ دار تھا۔ اُس نے کہا آپ ہمارے
 درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کر دیجئے
 اور مجھے اجازت دیجئے (کہ میں واقعہ
 بیان کروں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا: بیان کرو۔ اُس نے کہا
 میرا لڑکا اس شخص کے ہاں مزدور تھا۔
 اُس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ میں
 نے اُس کی طرف سے سو بکریاں اور ایک
 خادم بطورِ فدیہ ادا کیا۔ پھر میں نے اہل
 علم سے دریافت کیا۔ انہوں نے مجھے
 بتایا کہ میرے لڑکے کو سو کوڑے اور ایک
 سال کی جلا وطنی کی سزا دی جائے گی
 اور اس کی بیوی کو سنگسار کیا جائے گا۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(صحیح بخاری کتاب المحاربین)

”قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ضرور تمہارا فیصلہ کتاب اللہ جل ذکرہ سے کروں گا۔ سو بکریاں اور خادم تمہیں واپس کیا جائے گا اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے ملے جائیں گے اور ایک سال کے لئے جلا وطن ہوگا پھر حضرت انیسؓ سے آپؐ نے فرمایا اور اے انیسؓ تم اس کی بیوی کے پاس جاؤ، اگر وہ زنا کا اعتراف کرے تو اسے سنگسار کر دو“ حضرت انیسؓ اس کے پاس گئے اس نے اقبال جرم کیا، انہوں نے اس کو سنگسار کر دیا۔

مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ احادیث کو بھی کتاب اللہ کہا جاتا ہے کیونکہ جو سزایاں بیان کی گئی ہیں وہ حدیث ہی میں ہیں، قرآن میں کہیں نہیں۔

۲۔ حضرت عمرؓ فرماتی ہیں کہ :

قَالَتْ عَائِشَةُ اَنْتَ هَا بِرِيْرَةٍ
تَسْأَلُهَا فِي كِتَابَتِهَا فَقَالَتْ
اِنْ شِئْتُ اَعْطَيْتُ اَهْلَكَ وَ
يَكُوْنُ الْوَلَدُ لِي وَقَالَ اَهْلُهَا

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ بریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے پاس آئیں اور اپنی کتابت کے متعلق مجھ سے سوال کیا حضرت عائشہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

اِنْ شِئْتَ اَعْطَيْتَهَا مَا بَقِيَ وَكَوْنُ
 الْوَلَاءُ لَنَا فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْهُ
 ذَلِكَ فَقَالَ ابْتِاعِيهَا فَاَعْتَقِيهَا
 فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أُعْتِقَ ثُمَّ قَامَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ
 يَشْتَرُطُونَ شُرُوطًا لَيْسَ فِي
 كِتَابِ اللَّهِ مِنْ اشْتَرَطَ شَرْطًا
 لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَلَيْسَ لَهُ وَإِنْ
 اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ -
 (صحیح بخاری کتاب المساجد)

(بریرہ سے) فرمایا: ”اگر تم چاہو تو میں
 تمہارے مالکوں کو تمہاری قیمت دیدوں
 اور تمہارا حق وراثت میرے لئے ہوگا۔“
 ان کے مالکوں نے کہا تم باقی قیمت ان کو
 دے دو لیکن حق وراثت ہمارا ہوگا۔
 جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف
 لائے تو حضرت عائشہؓ نے اس کا ذکر آپؐ
 سے کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا: ”تم اُسے خرید کر آزاد کر دو۔ حق
 وراثت کا مالک وہی ہے جو آزاد کرے۔“
 پھر آپ منبر پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔
 ”لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی شرطیں
 کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں۔ اگر کوئی
 شخص ایسی شرط کرے جو کتاب اللہ میں
 نہ ہو تو اُسے اس کی شرط کی بنا پر کچھ
 نہیں ملے گا اگرچہ وہ سو مرتبہ ایسی شرط
 کرے۔“

حق وراثت کا یہ مسئلہ قرآن مجید میں نہیں ہے، پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے اسے کتاب اللہ قرار دیا اور اس کے خلاف تمام شرطوں کو کالعدم قرار دیا،

گویا حدیث کے مسائل اور قوانین بھی کتاب اللہ کہلاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ اور تمام صحابہؓ حدیث کو کتاب اللہ سمجھتے تھے

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کے مجمع میں فرمایا:-

إِنَّ اللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ الرَّجْمِ فَقَرَأْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا وَعَيْنَاهَا۔ رَجِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَبُنَا بَعْدَهُ فَأَخْشَى أَنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ وَاللَّهِ مَا نَجِدُ آيَةَ الرَّجْمِ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللَّهُ وَالرَّجْمُ فِي كِتَابِ اللَّهِ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى إِذَا أُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل کی۔ تو جو کچھ اللہ نے نازل کیا اس میں آیت رجم بھی ہے۔ ہم نے اسے پڑھا ہے، سمجھا ہے اور محفوظ کر لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ ایک مدت دراز کے بعد کہنے والا یہ نہ کہے کہ اللہ کی قسم ہم رجم کی آیت کو اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے اُس فریضہ کو جس کو اللہ نے نازل فرمایا ہے چھوڑ کر گمراہ نہ ہو جائیں اور (خبردار) رجم کی سزا اللہ کی کتاب میں حق ہے اُس مرد یا

(صحیح بخاری کتاب المحاربین جزء ۲۹ ص ۲۹)

عورت کے لئے جو شادی شدہ ہو کر زنا
کرے۔

رجم کا حکم قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے لیکن حضرت عمرؓ اس کو کتاب اللہ اور منزل من اللہ سمجھتے ہیں اور بار بار اس کا ذکر کتاب اللہ کے ضمن میں کرتے ہیں۔
رجم کا حکم حدیث میں ہے اور اس حدیث کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب اللہ اور منزل من اللہ سمجھا۔ کسی صحابی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ لہذا ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معاشرہ میں حدیث کو بھی کتاب اللہ ہی شمار کیا جاتا تھا۔

خلاصہ | مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حدیث کو بھی کتاب اللہ سمجھتے تھے۔ اس کو منزل من اللہ مانتے تھے، اور اس پر عمل کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ خصوصیت کے ساتھ حدیث کی حفاظت میں پیش پیش تھے۔ بلکہ وہ آئندہ آنے والے فتنہ انکار حدیث سے لوگوں کو متنبہ کرتے تھے کہ کہیں وہ اس فتنہ میں مبتلا ہو کر گمراہ نہ ہو جائیں اور اللہ کے فراموش کو چھوڑ نہ بیٹھیں۔ اور حضرت عمرؓ کو ایسا کرنا بھی چاہیے تھا، اس لئے بچہ وہ ذمہ دار حیثیت کے مالک تھے۔ ان کا فرض تھا کہ فتنوں کا انسداد کریں۔
ایک شبہ اور اس کا ازالہ | اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ متعدد بلکہ بیشمار موقعوں پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ، یا کتاب و سنت کے الفاظ ساتھ ساتھ استعمال ہوتے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ دو چیزیں ہیں لہذا سنت کو کتاب اللہ نہیں کہہ سکتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں کے ساتھ ساتھ استعمال سے یہ لازم نہیں آتا کہ سنت کتاب اللہ نہیں ہے۔ کتاب اللہ بے شک عام ہے اور سنت پر بھی حاوی ہے، اس کے باوجود سنت کا علیحدہ ذکر اس کی اہمیت اور مستقبل کے فتنہ کے انسداد کے لئے کیا گیا ہے۔ عام کے بعد خاص کا ذکر ہوتا رہتا ہے اور یہ چیز معروف ہے، کوئی غیر معروف چیز نہیں، ہر صاحب علم اس سے واقف ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ
وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَلَ فَإِنَّ
اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ○
(سورة البقرة ۹۸)

جو شخص اللہ کا، فرشتوں کا، رسولوں
کا اور جبریل کا اور میکائیل کا دشمن
ہو تو بے شک اللہ ایسے کافروں کا دشمن
ہے۔

فرشتوں میں جبریل اور میکائیل دونوں شامل تھے۔ اگر ان دونوں فرشتوں کا ذکر علیحدہ نہ بھی کیا جاتا تو کوئی مضائقہ نہ تھا، تاہم ان کا ذکر علیحدہ کیا گیا تاکہ ان کی عظمت کا اظہار ہو اور وہ فتنہ جو یہودیوں نے اٹھایا تھا کہ یہ دونوں فرشتے ہمارے دشمن ہیں اُس کا قلع قمع کیا جاسکے۔ بالکل اسی طرح کتاب اللہ میں سنت شامل ہوتی ہے پھر بھی اُس کا ذکر علیحدہ اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ اس کی اہمیت ظاہر ہو جائے اور جو فتنہ اٹھے اُس کا باسانی قلع قمع کیا جاسکے۔

ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ
يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ○
حضرت مریم نے کہا میرے لڑکا کیسے
ہوگا حالانکہ کسی آدمی نے مجھے ہاتھ نہیں

(مریم ۲۰)

لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔

حضرت مریم کا قول کہ ”کسی آدمی نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا“ عام ہے جس میں بدکاری بھی شامل ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے فرمایا ”نہ میں بدکار ہوں“ بدکاری کا علیحدہ ذکر محض اس کی اہمیت کی وجہ سے کیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتیں تب بھی پہلا جملہ کافی تھا۔

ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ
اور جہاں تک ہو سکے دشمن کے مقابلہ کے لئے قوت جمع کرو اور گھوڑے باندھ کر بھی (مقابلہ کے لئے تیار رہو)

(سورۃ الانفال ۶۰)
اس آیت میں قوت کے ضمن میں گھوڑے بھی شامل تھے تاہم ان کا علیحدہ ذکر ان کی اہمیت کے پیش نظر کیا گیا ہے۔

الغرض کتاب اللہ کے ساتھ حدیث کا علیحدہ ذکر محض اس کی اہمیت کی وجہ سے ہے، نہ کہ مغایرت کی وجہ سے اور اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ بغیر حدیث کے قرآن مجید پر عمل ناممکن ہے (اس کا بیان گزر چکا ہے) لہذا حدیث کا انکار درحقیقت قرآن مجید کا انکار ہے اور صریح گمراہی ہے۔

جواب ۳۱ | اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ کتاب اللہ سے صرف قرآن مجید مراد ہے تب بھی کوئی اعتراض نہیں، اس لئے کہ قرآن مجید، اطاعتِ رسول اور اتباعِ رسول کو فرض قرار دیتا ہے، اس کے فیصلہ کو بے چوں و چرا، خندہ پیشانی کے ساتھ تسلیم کر لینے کو ایمان کے لئے لازم قرار دیتا ہے، اور جو ایسا نہ کرے اس کی بے ایمانی

پر قسم کھاتا ہے، لہذا اگر صرف قرآن کو ہی مان لیا جائے تو اس کے احکام کی اتباع میں رسول کی پیروی بھی لازمی ہوگی اور جب حدیث پر عمل کرنا قرآن مجید کے ذریعہ لازم ہو جائے تو پھر یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے۔ ان معنوں کے لحاظ سے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احادیث کی اتباع کو قرآن مجید ہی کی اتباع سمجھتے تھے مثلاً :-

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گودنے والیوں اور گدولنے والیوں پر لعنت کی اور فرمایا۔

وَهُوَ فِي كِتَابِ اللَّهِ
اور یہ چیز کتاب اللہ میں ہے
ایک خاتون نے کہا۔

”لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ الْوَحْيَيْنِ
تحقیق میں نے پورا قرآن پڑھا ہے
فَمَا وَجَدْتُهٗ“
لیکن یہ چیز مجھے اس میں نہیں ملی۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا :

وَاللَّهِ لَئِنْ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ
اللہ کی قسم، اگر تم نے پڑھا ہوتا تو تمہیں
شَمَّ قَرَأَ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ
ملجاتی۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے
فَخَذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ
یہ آیت پڑھی ”جو کچھ رسول تمہیں دے
فَاَنْتَهُوْا (صحیح بخاری کتاب اللباس)
وہ لے لو اور جس چیز سے منع کرے

اس سے باز رہو۔“

حضرت ابن مسعودؓ نے احکام حدیث کو قرآنی حکم کی تعمیل میں تسلیم کیا،
گویا اس کو کتاب اللہ ہی سمجھا، بلکہ یوں کہئے کہ انہوں نے ہر حدیث کو قرآن ہی

تسلیم کیا اس لئے کہ حدیث کے ماننے کا حکم قرآن میں ہے۔ وہ اعتراض کرنے والی خاتون بھی خاموش ہو گئیں اور حضرت ابن مسعودؓ کے جواب کو سن کر مطمئن ہو گئیں۔ یہ ہے قرونِ اولیٰ کا اسلامی ذہن۔

ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ عَبَّاسٍ
أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ نَهَى عَنِ الدُّبَاءِ وَالْحَنْثَمِ
وَالْمُرَقَّتِ وَالنَّقِيرِ ثُمَّ تَلَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةَ وَمَا
آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا
نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔

میں نے ابن عمرؓ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس بات کی شہادت دیتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُبَا، حَنْثَم، مُرَقَّت اور نَقِير سے منع فرمایا ہے پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ”جو کچھ رسول دے وہ لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے باز رہو۔“

(نسائی کتاب الاثریۃ)

انسؓ کہتے ہیں کہ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ
فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ
فَانْتَهُوا قُلْتُ بَلَى قَالَ أَلَمْ
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”کیا اللہ عز و جل نے یہ نہیں فرمایا کہ جس کام کا حکم رسول دے اُسے لازم پکڑو اور جس کام سے

يَقُلِ اللَّهُ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مَوْتِنِهِ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَاِنِّي أَشْهَدُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ النَّقِيرِ وَالْمَقِيرِ وَالذُّبَاءِ وَالْحَنْتَمِ - (نسائی کتاب الاثریۃ)

منع کرے اس سے باز رہو؟ میں نے کہا "کیوں نہیں؟" فرمایا، "کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ کسی مرد و عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ صادر کر دیں تو پھر ان کو اس معاملہ میں اختیار باقی رہے؟" میں نے کہا "کیوں نہیں؟" فرمایا: "تو میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیر، مقیر، ذبّاء اور حنتم سے منع فرمایا ہے۔"

مندرجہ بالا واقعات سے صحابہؓ اور تابعینؒ کے معاشرہ کی اسلامی ذہنیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ وہ احادیث کو بھی قرآن مجید ہی کے حکم کی تعمیل میں حجت شرعیہ سمجھتے تھے اور احکام احادیث کی تعمیل کو احکام قرآن کی تعمیل سمجھا جاتا تھا۔ گویا احادیث کے احکام، قرآنی احکام کا ایک شعبہ ہیں اور گویا وہ قرآن ہی ہیں۔

جواب نمبر ۴ (قرآنی جواب) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَى مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ نَصَدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ

اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا اس کو بنا سکے بلکہ (یہ تو خالص اللہ کا کلام ہے جو اکتب

وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۝
 مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝
 سابقہ کی تصدیق کرتا ہے اور اس کتاب کو
 علیحدہ علیحدہ بیان کرتا ہے جو بلا شک
 و شبہ اللہ رب العالمین کی طرف سے
 (نازل ہوئی) ہے۔

اس آیت میں یہ جملہ کہ "قرآن، کتاب کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتا ہے" قابل غور ہے۔ اگر کتاب کے معنی بھی قرآن کریم کے معنی یہ ہوں گے کہ "قرآن، قرآن کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتا ہے" اور یہ معنی یقیناً مضحکہ خیز ہیں۔ قرآن کتاب کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتا ہے کے معنی یہ ہوئے کہ قرآن، شریعت کے احکام کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتا ہے۔ گویا آیت مذکورہ میں کتاب سے مراد شریعت الہیہ ہے، نہ کہ قرآن۔ اور جب کتاب کے معنی شریعت الہیہ ہیں تو پھر "کتاب" میں دونوں چیزیں شامل ہو سکتی ہیں یعنی قرآن اور حدیث۔

خلاصہ | خلاصہ یہ ہوا کہ آیت زیر بحث میں کتاب سے مراد شریعت ہے لہذا اس میں حدیث بھی شامل ہے۔ حدیث کو بھی کتاب اللہ کہا جاتا رہا ہے اور اگر بالفرض محال کتاب سے صرف قرآن مراد ہے، تب بھی دلائل مذکورہ کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ احکام حدیث، احکام قرآنی کا ایک شعبہ ہیں۔ ان کی تعمیل سے قرآن مجید ہی کی تعمیل ہوتی ہے لہذا وہ بھی گویا قرآن یعنی کتاب اللہ ہی ہیں۔ غرض یہ کہ ہر لحاظ سے حدیث، کتاب اللہ کے ضمن میں آتی ہے، اس سے علیحدہ نہیں۔

اعتراضِ مذکور کا جواب دوسرے طرز سے

جواب ۵ | لفظ ”کل“ ضروری نہیں کہ تمام اشیاء پر سو فیصدی حاوی ہو۔ قرآن میں یہ لفظ ایسے کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے جہاں اس کا اطلاق سو فیصدی اشیاء پر نہیں ہوا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۔ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ
(روم-۵۸، زمر-۲۷)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں تمام مثالیں بیان کر دی گئی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمام امثال قرآن میں نہیں ہیں لہذا ”کل“ کے معنی سو فیصدی امثال کو شامل نہیں بلکہ صرف خاص امثال کو شامل ہیں۔

۲۔ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلالًا
لِبَنِي إِسْرَآئِيلَ (آل عمران ۹۳)

یہاں بھی لفظ ”کل“ کا اطلاق سو فیصدی طعام پر نہیں ہو سکتا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ شراب، سور، مردار جو اکثر قویں حلال و طیب سمجھے استعمال کرتی ہیں وہ بھی ان کے لئے حلال ہوں۔

۳۔ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ
(النعام ۴۴)

جب وہ نصائح اور احکام الہی کو بھول گئے تو ہم نے ان پر کل چیزوں کے دروازے کھول دیئے۔

کیا وہ تمام نعمتیں جو جدید سائنس کی ایجادات کی وجہ سے ہمیں میسر ہیں ان کفار کو بھی دی گئی تھیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے؟ اگر نہیں دی گئی تھیں تو ثابت ہوا کہ ”کل“ کا اطلاق سو فیصدی اشیاء پر صحیح نہیں۔

۴۔ وَاشْكُرْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ
وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ
لَا تُحْصَوْهَا (ابراہیم ۳۴)

اور اللہ نے کل چیزیں تم کو دیں جو تم نے مانگیں اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے۔

کیونکہ انسان کی کل تمنائیں پوری نہیں ہوتیں لہذا نتیجہ ظاہر ہے کہ کل کے معنی سو فیصدی کل نہیں۔

۵۔ وَلَقَدْ أَرَيْنَاهُ آيَاتِنَا
كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَأَبَىٰ۔ (طہ ۵۶)

اور ہم نے فرعون کو اپنی کل نشانیاں دکھائیں پھر بھی اس نے جھٹلایا اور انکار کیا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کل نشانیوں کا حصر نہیں ہو سکتا لہذا فرعون کو کل نشانیاں نہیں دکھائی گئی تھیں۔ بلکہ واضح طور پر قرآن مجید میں صرف نو نشانیاں دکھانے کا ذکر ہے۔ لہذا یہاں بھی لفظ ”کل“ کے وہ معنی نہیں لئے جاسکتے جو عام اصطلاح میں سمجھے جاتے ہیں۔

۶۔ وَيُحِذِّرُ كُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ
اللہ اپنے نفس سے تم کو ڈراتا ہے۔

(آل عمران ۲۸)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بھی نفس ہے۔ اب سنئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

(آل عمران ۱۸۵)

دونوں آیتوں کو ملا کر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو بھی موت کا مزہ اچکھنا ہے کیونکہ نفس اس کی ذات کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہے اور یہ سراسر باطل ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ”کل“ کا اطلاق ہمیشہ سو فیصدی اشیاء پر نہیں ہوتا۔

نتیجہ | مذکورہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ”کل“ کا اطلاق سو فیصدی اشیاء پر نہیں ہوتا لہذا اگر قرآن مجید میں کل اشیاء کا بیان ہوتا بھی ثابت نہ ہوگا کہ سو فیصدی اشیاء کا بیان اس میں ہے۔ لہذا لفظ ”کل“ کے باوجود بعض باتیں اس میں نہیں ہونگی جن کا ذکر حدیث میں ملے گا۔

اعتراض ۱ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ
مُفَصَّلًا (انعام ۱۱۵) کتاب نازل کر دی ہے۔

آیت بالا کی رو سے جب ہر چیز کی تفصیل قرآن میں موجود ہے تو حدیث کی کیا ضرورت ہے؟

جواب ۱ | اول تو کتاب سے مراد صرف قرآن ہی نہیں ہوتا جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے لہذا کتاب میں حدیث بھی شامل ہے۔ ثبوت کے لئے گذشتہ صفحات ملاحظہ ہوں۔

جواب ۲ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ثُمَّ أَنْتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جو ہر نیکی
تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا کرنے والے کے لئے اتمام نعمت
لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً کُل اشیاء کی تفصیل کرنے والی اور
لَعَلَّهُمْ يَلْقَاءَ رَبَّهُمْ يُؤْمِنُونَ ہدایت و رحمت تھی تاکہ لوگ اپنے رب
کی ملاقات پر ایمان لے آئیں۔ (النعام ۱۵۴)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكُنَّا نَذِي الْأَنْبِيَاءِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے
تختیوں پر کُل نصیحتیں تحریر کر دی تھیں
لِكُلِّ شَيْءٍ (اعراف ۱۴۵) اور کُل اشیاء کی تفصیل بھی تحریر کر دی تھی۔
آیات بالا سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب یعنی توریت میں کُل
اشیاء کا بیان تھا اور تفصیل سے بیان تھا، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے :

إِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (اے عیسیٰؑ وہ وقت یاد کرو) جب
میں نے تمہیں کتاب و حکمت اور نور
وَالنُّورِ وَالْإِنْجِيلَ (مائدہ ۱۱۰)
وانجیل کی تعلیم دی تھی۔

قرآن مجید سے ثابت ہوا کہ توریت میں کُل اشیاء کا مفصل بیان تھا اور
قرآن مجید ہی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو توریت کے ساتھ انجیل
کی تعلیم بھی دی گئی تھی۔ اگر توریت کے لئے ”کُل“ اور ”مفصل“ کے الفاظ ہوتے ہوتے
انجیل کی تعلیم کی ضرورت تھی تو بالکل اسی طرح قرآن کے لئے ”کُل“ اور ”مفصل“

کے الفاظ کی موجودگی میں حدیث کی ضرورت کیوں نہیں؟ کیا امر مانع ہے؟
نتیجہ آیات بالا سے ثابت ہوا کہ ”کل“ اور ”تفصیل“ کا وہ مفہوم نہیں
 ہے جو سنکرین حدیث سمجھ رہے ہیں۔

تفصیل کا صحیح مفہوم | تفصیل کا جو مفہوم اردو میں سمجھا جاتا ہے وہ قرآنی
 آیات میں نہیں پایا جاتا۔ تفصیل فصل سے مشتق ہے لہذا اس کے معنی ہوئے
 ”فصل کرنا“ ”علیحدہ کرنا“ لہذا مفصل کے معنی ہوئے ”علیحدہ علیحدہ“ ”فصل
 کی ہوئی“ ”جدا کی ہوئی“ ان ہی معنوں کی اساس پر صحابہ کرامؓ کے دور سے آج
 تک قرآن مجید کی چھوٹی سورتوں کو ”مفصل“ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ جلدی جلدی
 ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کو درمیان میں رکھ کر ایک دوسرے سے علیحدہ کر دی
 گئی ہیں۔ ثبوت کے لئے کتب حدیث ملاحظہ ہوں مثلاً حضرت مروان کتنے ہیں۔
 قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا لَكَ تَقْرَأُ مجھ سے حضرت زید بن ثابتؓ نے
 فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفْصَلِ۔ فرمایا ”کیا بات ہے کہ تم مغرب کی نماز
 (صحیح بخاری باب القراءة في المغرب) میں ہمیشہ مفصل کی چھوٹی سورتیں
 پڑھتے ہو؟“

(انتباہ) ”مفصل“ کی سورتوں کے تین حصہ ہیں۔

”طوال مفصل“ ”اوساط مفصل“ اور ”قصار

مفصل“۔ قصار مفصل سے وہ سورتیں مراد ہیں

جو بہت چھوٹی ہیں۔

قرآنی شہادت | ان معنوں کی تائید میں قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ
الطُّوفَانَ وَالْجُرَادَ وَالْقُمَّلَ
وَالضَّفَادِعَ وَالْذَّمَارِ
مُفَصَّلَاتٍ (اعراف ۱۳۳) وقت نہیں بھیجی گئی تھیں۔
ہم نے ان پر طوفان، مڈی، چڑی
مینڈک اور خون بھیجا۔ یہ نشانیاں
مفصل تھیں یعنی علیحدہ علیحدہ، بہ یک

اگر مفصل کے معنی وہ لئے جائیں جو مترضین کے ذہنوں میں ہیں تو اس آیت
کا مفہوم یہ ہوگا کہ ”فرعون پر جو عذاب بھیجے گئے تھے ان میں تفصیلی بیان تھا“ اور
یہ معنی بالکل مضحکہ خیز ہیں۔

۲۔ اَلرَّكِيبُ اُحْكِمْتُ
اٰیَتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيْمٍ
خَبِيْرٍ (ہود - ۱)
یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات محکم
کردی گئی ہیں، پھر حکیم و خبیر کی طرف
سے مفصل کر دی گئی ہیں (یعنی علیحدہ

علیحدہ بیان کر دی گئی ہیں)

اگر اس آیت میں فُصِّلَتْ کے وہی معنی لئے جائیں جو اردو زبان میں مستعمل
ہیں تو پھر اس آیت کی رو سے ہر آیت کی تفصیل و تشریح قرآن مجید میں ہونی چاہیے،
لیکن ایسا ہرگز نہیں، لہذا تفصیل کے وہ معنی نہیں ہیں جو اردو زبان میں رائج ہیں۔

۳۔ وَتَوَجَّهْنَا قُرْآنًا
عَجْمِيًّا لَّقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیَاتُ
رَحْمٰنِ سَجْدہ ۴۲) اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں نازل
کرتے تو لوگ کہتے کہ اس کی آیات
کی تفصیل کیوں نہیں کی گئی۔

اگر عربی قرآن میں ہر چیز کی تفصیل ہے تو عجمی زبان میں اس کا ترجمہ کرنے
سے وہ تفصیل کہاں چلی جائے گی؟ ظاہر ہے کہ اگر متن میں تفصیل ہے تو ترجمہ

میں بھی تفصیل ہوگی۔ لیکن مندرجہ بالا آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ترجمہ میں تفصیل باقی نہیں رہے گی اور یہ ناممکن ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ تفصیل کے وہ معنی نہیں ہیں جو عام طور پر اردو زبان میں مستعمل ہیں، بلکہ کچھ اور معنی ہیں اور وہ یہی کہ دوسری زبانوں میں آیات اس طرح علیحدہ علیحدہ نہیں ہوتیں لہذا انصاف میں الجھاؤ پیدا ہو سکتا ہے۔

نتیجہ | تفصیل کے معنی ”علیحدہ علیحدہ“ کے ہیں۔ اس لفظ سے وہ مفہوم ثابت نہیں ہوتا جو اردو زبان میں لیا جاتا ہے۔ لہذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ قرآن مجید میں ہر چیز کی تفصیل اردو معنوں کے لحاظ سے موجود ہے۔

یہ تو اصولی بحث تھی۔ عملاً بھی آپ دیکھیں تو قرآن میں کسی چیز کی تفصیل نہیں۔ مثلاً نماز کا حکم ہے لیکن نہ نماز کے اوقات کی تفصیل ہے کہ کب شروع ہوتے ہیں اور کب ختم ہوتے ہیں، نہ رکعات کی تعداد ہے، نہ طریقہ نماز کی تفصیل ہے، حتیٰ کہ اس بات کی تفصیل بھی نہیں کہ مسجد حرام کی طرف منہ کس حالت میں کیا جائے اگر صرف قرآن مجید کی آیات کو دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چوبیس گھنٹے ہر حالت میں منہ مسجد حرام کی طرف ہونا چاہیئے اور یہ قطعاً ناممکن ہے۔ لہذا حدیث کی ضرورت و اہمیت کا انکار خود قرآن مجید کا انکار ہے۔

اعتراف ۳ | تیسری آیت جو اس سلسلے میں پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔

وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَاسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ○
کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جس کا ذکر کتاب مبین میں نہ ہو۔

کتاب مبین کیونکہ قرآن مجید ہے لہذا اس میں ہر چیز ہے، حدیث کی ضرورت

نہیں۔

جواب | پوری آیت اس طرح ہے۔

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا
يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي
الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنَ
وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ
فِي ظُلْمَتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ
وَلَا يَأْسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿۵۹﴾
(انعام ۵۹)

غیب کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں، نہیں
سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا۔
وہ جانتا ہے جو خشکی میں ہے اور جو
کچھ تری میں ہے اور کوئی پتا نہیں
گرتا مگر اُسے اس کا علم ہوتا ہے اور
نہ زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ
(گرتا ہے) اور نہ کوئی خشک و تر چیز
(گرتی ہے) مگر کتابِ مبین میں (اس کا
ذکر) موجود ہوتا ہے۔

آیت بلا سے ظاہر ہے کہ یہاں کتابِ مبین سے قرآن مجید مراد نہیں ہے،
بلکہ لوحِ محفوظ مراد ہے جس میں ہر چیز کا حال لکھا ہوا ہے۔ اگر کتابِ مبین سے قرآن
مجید مراد لیا جائے اور آیت کا مفہوم وہی تسلیم کر لیا جائے جو معتز ضیٰ نے اختراع
کیا ہے تو پھر یہ لوگ بتائیں کہ اس میں گلاب کے پھول کا ذکر کہاں ہے،
یہ کہاں ہے کہ فلاں گلاب میں اتنے پھول نکلیں گے، فلاں وقت نکلیں گے،
اتنی پتیاں ہوں گی، پتیاں فلاں فلاں وقت پر گرینگی اور مرجھا جائیں گی، پھول کو
فلاں فلاں شخص سونگھے گا وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ یہ سب معلومات قرآن مجید
میں نہیں ہے لہذا کتابِ مبین سے مراد قرآن مجید نہیں ہے۔

اسی مضمون کو دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

۱۔ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ
فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا
فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا
إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ○
کوئی مصیبت ایسی نہیں جو زمین میں نازل
ہوتی ہو یا خود تم کو پہنچتی ہو مگر یہ کہ وہ،
اس سے پہلے کہ ہم اُسے پیدا کریں کتاب
میں لکھی ہوئی ہوتی ہے۔ بے شک یہ
اللہ کے لئے آسان ہے۔ (حدید ۲۲)

اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن مجید نہیں ہو سکتا اس لئے کہ کسی ایک شخص
کی بھی تکلیف یا مصیبت کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔
ایک اور جگہ ارشاد باری ہے۔

۲۔ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ
إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ
مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ
فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ○ (ہود ۶)
زمین میں ایسا کوئی جانور نہیں جس کا رزق
اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ اللہ اس کی جائے
قرار اور جائے سپرد دونوں کو جانتا
ہے ہر چیز کتاب مبین میں لکھی ہوئی ہے۔
اس آیت میں بھی کتاب مبین سے قرآن مجید مراد نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ
کسی ایک شخص کی بھی جائے سکونت اور جائے قبر قرآن مجید میں تحریر نہیں۔

۳۔ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ
مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا
فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ
وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ○
زمین و آسمان میں ذرہ برابر چیز بھی اللہ
سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور نہ اس
سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی کوئی
چیز ہے جو کتاب مبین میں محفوظ نہ ہو۔

(پونس ۶۱)

نتیجہ آیات بالا سے ثابت ہوا کہ اس قسم کی تمام آیتوں میں ”کتابِ مبین“ سے مراد قرآن مجید نہیں بلکہ لوح محفوظ مراد ہے۔ لہذا اعتراضِ مذکور کی کوئی حقیقت نہیں۔

قرآن مجید اور لوح محفوظ علیحدہ علیحدہ کتابیں ہیں

اس بات کے ثبوت کے لئے کہ قرآن مجید اور ام الكتاب (یعنی لوح محفوظ) دو علیحدہ علیحدہ کتابیں ہیں مندرجہ ذیل آیت ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا بَعْلَىٰ حَكِيمٌ ۝ (زخرف ۳، ۴)

ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اتارا ہے تاکہ تم سمجھ سکو اور یہ قرآن ہمارے پاس ام الكتاب میں بلند مرتبہ اور حکمت والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کسی اور بڑی کتاب میں محفوظ ہے، اس بڑی کتاب کو لوح محفوظ یا ام الكتاب کہتے ہیں، اسی کتاب کو کتابِ مبین کہا جاتا ہے۔ وہ لوح محفوظ ہی ہے جس میں ہر چیز کے حالات لکھے ہوئے ہیں نہ کہ قرآن مجید۔ لہذا آیت زیر بحث سے یہ نتیجہ نکالنا کہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے باطل ہے۔

اعتراضِ تاسیس کے جوابات کا خلاصہ

نہ ”کل“ کے معنی سو فیصدی اشیاء پر حاوی ہیں، نہ کتاب صرف قرآن کو کہتے ہیں، نہ مفصل کے وہ معنی ہیں جو اردو میں لئے جاتے ہیں، لہذا اعتراضات بے جا

ہیں۔

اگر بالفرض محال ”کل“ کے معنی اصطلاحی لئے جائیں، کتاب سے قرآن مجید مراد لیا جائے اور ”مفصل“ کے وہ معنی لئے جائیں جو اردو زبان میں مستعمل ہیں تب بھی اعتراض کا کوئی موقع نہیں، اس لئے کہ احادیث کے تمام احکام کی اتباع کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے۔ صحابہ کرام احادیث کو ایک خنیت سے قرآن مجید ہی سمجھتے رہے، جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے، لہذا تعمیل و اتباع احادیث کو یا اتباع قرآن مجید ہے اور یوں سمجھنا چاہیئے کہ ان کا شمار قرآن مجید ہی میں ہوتا آیا ہے لہذا اگر یہ کہا جائے کہ قرآن مجید میں ہر بات کی تفصیل ہے تو اس تفصیل میں احادیث بھی آگئیں۔

اعتراف ۱۲ | ”جب احادیث کی حالت یہ ہے تو دین کے متعلق یقینی علم کا سرچشمہ قرآن کریم رہ جاتا ہے۔“ (مزاج شناس رسول ص ۸)

جواب | مندرجہ بالا اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیث میں صحیح اور ضعیف سب قسم کی حدیثیں ملی جلی ہیں تو حدیث یقینی علم کا ذریعہ نہیں رہا اور جو چیز یقینی علم کا ذریعہ نہ ہو وہ حجت شرعیہ کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ اعتراض بجائے خود مضحکہ خیز ہے اس لئے کہ ضعیف کی وجہ سے صحیح کیسے غیر یقینی ہو جائے گی۔ اگر اس اصول کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر کسی خبر کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ نہ کوئی شہاد قبول کی جاسکتی ہے۔ دنیا کا تمام کاروبار بند ہو جائے گا۔ اس لئے کہ خبریں اور شہادتیں نہ سب صحیح ہوتی ہیں، نہ سب جھوٹی۔ پھر بھی بعض خبروں پر اعتماد کیا جاتا ہے اور مقدمات کے فیصلے ہوتے ہیں اور قرآن و شواہد سے اس بات کا علم

حاصل کر لیا جاتا ہے کہ کونسی خبر سچی ہے اور کون سی جھوٹی۔ سچی کو قبول کیا جاتا ہے۔ جھوٹی کو مسترد کر دیا جاتا ہے۔ بعینہ یہی حالت احادیث کی ہے۔ تواتر عملی، تواتر اسناد، شواہد و قرائن سے یہ تحقیق کر لیا گیا ہے کہ کونسی حدیث صحیح ہے اور کون سی ضعیف یا موضوع۔ لہذا جس حدیث کو صحیح کہا گیا ہے اس کے متعلق یقین کیا گیا ہے کہ وہ صحیح ہے۔ اگر اس میں ذرا بھی شبہ ہوتا تو وہ صحت کے درجہ کو نہ پہنچتی۔ لہذا جو حدیث صحیح ہے وہ ضعیف یا موضوع کی وجہ سے نہیں چھوٹی جاسکتی کیونکہ غیر یقینی ضعیف حدیث ہے نہ کہ صحیح حدیث۔

بالکل یہی اعتراض قرآن مجید کے متعلق بھی کیا جاسکتا ہے۔ ایک بہت بڑی جماعت اس میں تحریف کی قائل ہے (اصول کافی مع ترجمہ موسومہ الشافی جلد دوم کتاب فضل القرآن باب ۱۲ النوادر ص ۶۳۲) ان کا کہنا ہے کہ بعض آیات لوگوں نے خود بڑھا دی ہیں۔ بعض نکال دی ہیں۔ بعض کو ان کی اصلی جگہ سے ہٹا کر کسی دوسری جگہ تحریر کر دیا ہے تاکہ کسی مخصوص جماعت کی فضیلت ثابت نہ ہو۔ لہذا کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ صحیح و غلط کی آمیزش کی وجہ سے قرآن بھی غیر یقینی ہے۔ میمونہ فرقہ کا عقیدہ ہے کہ سورہ یوسف قرآن مجید کی سورت نہیں ہے۔ اب بتائیے اس اختلاف کی بناء پر تو ایک غیر مسلم کے لئے قرآن بھی غیر یقینی ہو جائے گا۔ بتائیے اب آپ کے پاس کیا رہا جو آپ پیش کریں گے۔

بعض احادیث قرآن مجید سے زیادہ متواتر ہیں مثلاً سال میں دو عیدیں، پانچ وقت کی نماز، رکعات کی تعداد، ہر رکعت میں ایک رکوع، دو سجدے۔ وغیرہ وغیرہ۔ الغرض بے شمار احادیث ایسی ہیں جو اپنے مفہوم کے اعتبار سے نقلاً

وَعَمَلًا قُرْآنِ مجید سے زیادہ متواتر ہیں۔ کیا ایسی یقینی چیز کو چھوڑا جاسکتا ہے؟
سوالات :

(۱) آخر میں ہم منکرینِ حدیث سے سوال کرتے ہیں کہ اگر حدیث یقینی ہو تو کیا آپ اسے حجت شرعیہ مان لیں گے؟ یقیناً آپ تو پھر بھی نہیں مانیں گے تو جب یقینی ہوتے ہوئے بھی آپ احادیث کو حجت نہیں مانتے تو یہ اعتراض ہی فضول ہے کہ ”بعض احادیث صحیح ہیں اور بعض ضعیف، لہذا سب غیر یقینی ہیں۔“ اور اگر آپ نے حجت شرعیہ مان لیا اور یقیناً وہ حجت ہیں جیسا کہ متعدد دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے (تو پھر یہ ہونی نہیں سکتا کہ جو چیز حجت شرعیہ ہو اللہ تعالیٰ نے اُسے محفوظ نہ رکھا ہو۔ اگر حجت شرعیہ مانتے ہوئے بھی آپ اُس کے غیر محفوظ ہونے کے قائل ہیں تو آپ کا یہ عقیدہ ننگِ اسلام ہے۔

(۲) حدیث کے یقینی ہونے پر مفصل بحث اوپر گزر چکی ہے۔ بہر حال منکرینِ حدیث کے نزدیک قرآن مجید تو یقینی ہے۔ ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ اگر یہ یقینی ہے تو غیر مسلم اس کو کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ کیونکہ وہ تسلیم نہیں کرتے لہذا یہی کہنا پڑے گا کہ ان کے نزدیک قرآن مجید بھی غیر یقینی ہے۔ درحقیقت یقینی چیز تو وہی ہے جس پر بلا اختلاف مذہب و عقائد ہر شخص یقین کر سکے۔ اگر یہ کہا جائے کہ غیر مسلم اس لئے یقین نہیں کرتا کہ وہ اس پر ایمان نہیں لایا تو پھر اصل چیز ایمان ہوتی۔ پھر ایمان کے ساتھ دوسری ضروری چیز اپنے اکابر پر اعتماد ہے جو لوگ اپنے اکابر پر اعتماد نہیں رکھتے وہ قرآن مجید کو غیر یقینی سمجھتے ہیں۔ یہی حال حدیث کا ہے۔ جو لوگ دیانتداری کو بالائے طاق رکھ کر

حدیث کے تحت ہونے سے انکار کرتے ہیں یعنی حدیث پر ایمان نہیں لاتے اور اپنے اکابر پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ ان کو سازشی سمجھتے ہیں وہی حدیث کو غیر یقینی سمجھتے ہیں اگر وہ حدیث پر ایمان لے آئیں، اکابر پر اعتماد کریں تو حدیث بھی ان کے نزدیک یقینی ہو سکتی ہے۔

اعتراف ۵ ”پھر سنیوں میں بھی ایک حدیث حنفیوں کے ہاں صحیح تھی تو شافعیوں کے ہاں غلط تھی۔“ (مزاج شناس رسول ص ۱۱)

جواب

۱۔ مقلدین جانبدار ہوتے ہیں لہذا ان کا قول حدیث کی صحت کے لئے معیار نہیں۔ اس کے لئے غیر جانبدار ماہرینِ فہم کی ضرورت ہے۔ یعنی محدثین کا فیصلہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ ان کے فیصلہ کی تحقیق آج بھی کی جاسکتی ہے اور پھر محدثین کو داری جاسکتی ہے۔

۲۔ پھر مقلدین کے تمام فرقے اور اہل حدیث سب صحیح بخاری و صحیح مسلم کی صحت پر متفق ہیں لہذا ان کو تو تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک فرقہ ان کو بھی صحیح تسلیم نہیں کرتا تو وہ فرقہ تو قرآن مجید کو بھی تسلیم نہیں کرتا تو کیا قرآن مجید کو بھی چھوڑ دیا جائے۔

اعتراف ۶ قرآن کی طرح وہ کونسا صحیفہ ہے جو قرآن کی رو سے منزل من اللہ ہے اور جسے منزل من اللہ سمجھنا مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے۔ (مزاج شناس رسول ص ۱۸)

جواب صحیفہ کی صورت میں تو قرآن مجید بھی نازل نہیں ہوا۔ آیات نازل ہوتی

اَذْبَحْكَ فَاَنْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ
يَا بَتِ افْعَلْ مَا تَوْءَمُرُ
(صُفَّت ۱۰۲)

میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں ذبح
کر رہا ہوں۔ اب بتاؤ تم کیا کہتے ہو عرض
کیا اے ابا جان! جو حکم آپ کو ملا ہے
کر گزریئے۔

ابراہیم علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا تھا، اس خواب میں کوئی حکم
الفاظ میں نہیں دیا گیا تھا بلکہ انہوں نے ایک عمل کرتے ہوئے دیکھا تھا اور اس
عمل کو حکم کے مترادف سمجھتے ہوئے اس حکم کا مفہوم ذہن اور پھر الفاظ میں خود ہی
ترتیب دیا تھا۔ الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے، صرف مفہوم القا کیا گیا تھا اور
مفہوم ہی کو حکم الہی سمجھا گیا تھا اور اس کی تعمیل کی گئی تھی۔ لہذا ثابت ہوا کہ حکم الہی
کا الفاظ میں نازل ہونا ضروری نہیں اور نہ الفاظ کا محفوظ و مکتوب ہونا ضروری
ہے، اگر اس حکم الہی کا مفہوم محفوظ ہو تو وہ بھی عمل کے لئے کافی ہے۔ یہی بات
احادیث کے سلسلہ میں بھی صحیح ہے کہ یہاں مفہوم اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے اور الفاظ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یا صحابہؓ کے۔ ان الفاظ کی حفاظت حتی الامکان
بدرجہ اہم کی گئی ہے۔ فنون حدیث کا سارا زور الفاظ حدیث کی حفاظت ہی پر
صرف ہوتا ہے، اس طرح محفوظ ہونے کے بعد یہ علمی آثار اسی طرح حجت ہیں جس طرح
اصل کتاب جس کے الفاظ بھی منزل من اللہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:
قُلْ اَرَاَيْكُمْ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا
مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِيْ

اے رسول ان سے کہیے جن کو تم اللہ
کے علاوہ پکارتے ہو انہوں نے زمین
کی کونسی چیز بنائی ہے یا آسمان کے

السَّهْوَةُ اِيتُونِي بِكِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هَذَا اَوْ اَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمِ اِنَّا كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (احقاف ۴) یا علی اثر (اپنے ثبوت میں) پیش کرو۔
اعترض ۵ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَاَوْحٰی اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ۔ (اے رسول! کہو) اور یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث وحی نہیں کی گئی۔

جواب | آیت مذکورہ کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ”صرف یہ قرآن ہی میری طرف وحی کیا گیا ہے“ اگر یہ مطلب ہو تو منکرین حدیث کی دلیل صحیح ہے اور جب یہ نہیں تو پھر حدیث کے وحی ہونے سے یہ آیت مانع نہیں۔ اس کی مثال اس طرح سمجھئے : اگر یہ کہا جائے کہ ”زید انسان ہے“ تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ زید کے علاوہ کوئی انسان ہی نہیں۔

اعترض ۹ | مدینہ منورہ کے لوگ کھجوروں کی تابیر کیا کرتے تھے ”حضورؐ نے فرمایا یوں نہ کرو یوں کرو۔“

لوگوں نے تابیر نہ کی تو اس سال پھل ہی نہیں آیا۔ پھر آپؐ نے اجازت دے دی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کی ہر بات صحیح نہیں ہوتی تھی اور جب صحیح نہیں ہوتی تھی تو وحی بھی نہیں ہوتی تھی۔ (مزاج شناس رسول مخلصاً)

جواب | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ”یوں نہ کرو یوں کرو“ یہ الفاظ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہیں۔ بلکہ فرضی ہیں، آپؐ نے تو فرمایا تھا :

مَا أَظُنُّ يَغْنِيْ ذٰلِكَ شَيْئًا - میں نہیں گمان کرتا کہ اس سے کوئی فائدہ
(صحیح مسلم) ہوتا ہوگا۔

اس اظہار گمان پر ہی صحابہؓ نے تاہیر بند کر دی۔ وہ اس گمان کو بھی حکم سمجھے، گویا ان کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات وحی ہے ورنہ تاہیر بند کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ جب پھل نہیں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اعلان کر دیا۔

فَإِنِّيْ إِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا فَلَا تُؤْخِذُوْنِيْ بِالنَّظَنِ - (صحیح مسلم) میں نے تو صرف گمان کیا تھا، محض گمان پر تم میری (بات) کی گرفت نہ کیا کرو۔
کتاب الفضائل باب وجوب انتشار ما قاله شرعا دون ما ذكره صلى الله عليه وسلم من معاش الدنيا على سبيل الراي

حدیث کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ جب آپؐ جملہ خبریہ میں کسی بات کی اطلاع دیں تو وہ ویسی ہی ہوگی جیسا کہ آپؐ نے فرمایا اور اگر صرف گمان کا اظہار کریں تو پھر اس کا صحیح ہونا ضروری نہیں۔ ان الفاظ کے بعد آپؐ نے فرمایا:
أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ دنیوی معاملات تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔
(صحیح مسلم)

پرویز نے بھی یہ الفاظ نقل کئے ہیں لیکن اصل اعتراض کے متصل نقل نہیں کئے۔ بلکہ کچھ دور جا کر معلوم نہیں اس میں کیا راز ہے۔ (اوپر جو ترجمہ دیا گیا ہے وہ پرویز ہی کا ترجمہ ہے)

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا أَمَرْتُكُمْ
بِشَيْءٍ مِّنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ
(صحیح مسلم)

میں بھی ایک انسان ہوں لہذا دنیوی
معاملات میں میرا ظن صحیح ہونا ضروری
نہیں البتہ جب میں تم کو کسی دینی کام
کا حکم دوں تو اس کی تعمیل کیا کرو۔

دینی کام کا حکم کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے لہذا آپ نے یہ بھی

فرمایا۔

فَإِنِّي لَنَ أَكْذِبُ عَلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ
(صحیح مسلم)

بے شک میں، اللہ عزوجل کی طرف
سے کوئی غلط بات نہیں کہہ سکتا۔

غرض یہ کہ حدیث اپنے مطلب میں صاف ہے۔ اعتراض کا جواب خود
حدیث میں موجود ہے، لہذا اس حدیث ہی سے ثابت ہوا کہ دینی معاملات میں
آپ کے احکام کی تعمیل لازمی ہے اور ان میں آپ بہ حیثیت بشر کے حکم نہیں
دیتے بلکہ بہ حیثیت رسول کے حکم دیتے ہیں اور وہ حکم وحی ہوتا ہے۔

پرویز نے حدیث مذکور کے پورے الفاظ نقل نہیں کئے، غالباً اسی لئے
کہ اگر پورے الفاظ نقل کر دیئے جاتے تو اعتراض بے حقیقت ہو جاتا۔

اعتراض ۱۰ | میدان جنگ کا انتخاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مشورہ سے کیا لہذا آپ کی ہر بات وحی نہیں ہوتی تھی۔

جواب | میدان جنگ کا انتخاب کوئی دینی قانون نہیں۔ دنیوی معاملہ ہے
لہذا حدیث ”أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ“ (جواب اعتراض ۹)

کی روشنی میں یہ اعتراض کا عدم ہے۔

اعتراف ۱۱ | اسیران جنگ بدر کو آپ نے مشورہ سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔
اس پر یہ آیت اتری۔

لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ اگر خدا کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو
جو کچھ تم نے لیا اس پر بڑا عذاب نازل
ہوتا۔

(مزاج شناس رسول ص ۱۸۵)

جواب | آپ نے جو فیصلہ کیا وہ قانون الہی کے مطابق ہی تھا جیسا کہ قرآن مجید کے
الفاظ اور ان کا پرویزی ترجمہ ”اگر خدا کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا“ اس پر
دلائل کرتے ہیں۔ فدیہ لے کر چھوڑنے کی اجازت قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔
فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً
پھر بعد میں خواہ بطور احسان کے چھوڑ
دیا جائے یا فدیہ لے کر۔ (سورہ محمد ۴)

مسلمین کا مشورہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اس قرآنی اجازت
کے ماتحت ہی تھا اور اس پر کوئی سرزنش نہیں کی گئی۔ جس چیز پر سرزنش کی گئی وہ
دنیا طلبی تھی مشورہ قرآنی آیت کے مطابق تو ضرور تھا لیکن اس مشورہ سے بعض مسلمین
کی نیت اچھی نہیں تھی وہ مال کی طلب میں یہ مشورہ دے رہے تھے قرآن مجید میں ہمار
سرزنش کی گئی ہے وہیں اس بات کا ذکر بھی موجود ہے۔ ارشاد ہے

تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ (انفال ۶۷) چاہتا ہے۔
تم دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کو اللہ تعالیٰ کے خوش کرنے کے لئے ہی استعمال کرنا چاہیے نہ کہ اپنے مفاد کی نیت سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مشورہ لیا تو اس کا آپ کو حکم تھا: ”وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ“ (آل عمران ۱۵۹) قرآنی قانون کے مطابق آپ نے مشورہ قبول کر کے فیصلہ فرمایا۔ لہذا اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلط فیصلہ کا کوئی ذکر نہیں۔ ہاں اس فیصلہ کے بعد ایک قانون اور نازل کیا گیا اور وہ یہ کہ کافروں کو قیدی نہ بنایا جائے جب تک مسلمان کی خوب دھمک نہ بیٹھ جائے۔ قرآن مجید کے الفاظ ”حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ“ (انفال ۶۷) اس پر دلالت کرتے ہیں۔

اعتراف ۱۱ منافقین نے جہاد میں نہ جانے کی اجازت مانگی آپ نے اجازت دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ کی۔

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ اللہ آپ کو معاف کرے، آپ نے ان کو اجازت کیوں دی۔ (توبہ ۴۳)

لہذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ کی اجازت صحیح نہیں تھی اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ آپ کی ہر بات وحی نہ ہو۔

جواب ۱ آپ نے جو اجازت دی وہ قرآنی حکم کے ماتحت تھی۔ ارشاد باری ہے۔

فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ جب ایمان والے آپ سے اپنے کسی کام کی وجہ سے اجازت مانگیں تو آپ

جس کو چاہیں اجازت دے دیں۔

لہذا آپ کا اجازت دینا قرآن مجید کے موافق تھا نہ کہ مخالف۔ صحیح تھا نہ کہ غلط۔ اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار قرآنی حکم میں موجود ہے ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو منافقین کا پردہ فاش ہو جاتا اور اسی مصلحت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نے کیوں اجازت دے دی۔ اس آیت سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہ تھے کہ آئندہ کی مصلحت آپ کو معلوم ہو جاتی۔ لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اجازت قرآن مجید کے مطابق نہیں تھی یا آپ نے قانون کی عملی تشکیل و ترویج میں غلطی کی تھی۔ خلاف مصلحت اجازت علم غیب نہ ہونے کی وجہ سے واقع ہوئی اور یہ بشری فطرت ہے اس کو شریعت سازی سے کیا تعلق ہے۔ شریعت کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلطی سے پاک ہیں کیونکہ شریعت کی ہر بات وحی ہوتی ہے۔

اعتراف ۱۳ | آپ نے حضرت زید سے فرمایا۔

اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ
اپنی بیوی کو طلاق مت دو۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دریافت کرتے ہیں کہ یہ حکم وحی کا ہے یا آپ کا ذاتی۔ آپ نے فرمایا ”یہ وحی کا حکم نہیں“ گویا آپ کا ہر حکم وحی نہیں ہوتا تھا۔
(مزاج شناس رسول مخلصاً)

جواب | حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سوال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا جواب بالکل فرضی ہے۔ پرویز نے اسی لئے اس کو بے حوالہ

نقل کیا ہے۔ طلاق کے سلسلہ میں ایک تو ہے قانون طلاق۔ دوسری چیز ہے اختیار طلاق۔ قانون طلاق تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادا ہوتا تھا اور اختیار طلاق شوہر کو ہوتا ہے۔ آپؐ نے زید سے جو کچھ کہا وہ قانون نہیں تھا۔ اگر قانون بیان کرتے تو زیدؓ کو ماننا پڑتا۔ طلاق کے اختیار کا حق زید کو تھا لہذا آپؐ نے مصلحتاً ان کو مشورہ دیا کہ ایسا مت کرو۔ مشورہ کو نہ ملنے سے حکم عدلی نہیں ہوتی۔ حکم اور چیز ہے اور مشورہ اور چیز۔ اب بھی اگر منکرینِ حدیث اس کو حکم کی نوعیت دیں تو پھر وہ یہ بتائیں کہ مرکزِ ملت کی حکم عدولی کر کے حضرت زیدؓ مجرم ہوئے یا نہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اس حکم عدولی پر کوئی تنبیہ کی یا خود مرکزِ ملت نے کوئی سزا دی؟

اعتراف ۱۴۱۱ اذان مشورہ سے طے ہوتی لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات وحی نہیں ہوتی تھی۔

جواب | منکرینِ حدیث کو غلط فہمی ہوئی۔ اذان کے پس منظر میں مشورہ ضرور شامل تھا لیکن وہ مشورہ اس لئے تھا کہ وقتِ نماز بتانے کے لئے کیا صورت اختیار کی جائے۔ اس مشورہ کے بعد بھی کوئی بات طے نہ ہو سکی (صحیح بخاری) اور بالآخر وحی کے ذریعہ (مصنف عبدالرزاق جزر اول ص ۵۶) اور خواب کے ذریعہ (کتب حدیث) اللہ تعالیٰ نے اس مروجہ اذان کو سکھا دیا۔ اگر اس زمانہ میں گھڑی ہوتی تو غالباً مشورہ ہی نہ ہوتا کہ وقت کی اطلاع کس طرح دی جائے۔ مشورہ کی نوعیت بالکل دنیوی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے دنیوی حیثیت سے ہٹا کر دینی کر دیا اور خود اس کی تعلیم دی۔ الغرض یہ صحیح نہیں کہ یہ دینی اذان مشورہ سے طے ہوتی تھی۔

اعتراض ۱۵ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کو اپنے اوپر حرام کر لیا، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا
أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ (تحریم ۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات وحی نہیں، ہوتی تھی ورنہ تنبیہ کی کیا ضرورت تھی۔

جواب | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہد کھا یا کرتے تھے آپ سے کہا گیا کہ اس میں سے بد بو آتی ہے۔ آپ کو بد بو سے سخت نفرت تھی آپ نے قسم کھائی کہ آئندہ نہیں کھاؤں گا۔ بات تو ذرا سی تھی لیکن اس کو اہمیت بہت دی گئی، یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات واجب الاتباع ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہہ دینا کہ آئندہ نہیں کھاؤں گا تحریم پر دلالت کرتا ہے اور پوری امت کے لئے یہ نمونہ قانون بن سکتا ہے کہ ہر شخص جس چیز کو چاہے اپنے اوپر حرام کر لے۔ بات بظاہر بہت خفیف تھی لیکن حقیقت میں بہت وزنی تھی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہی اقوال و افعال امت کے لئے ضابطہ حیات بنتے ہیں، انہی پر شریعت کے عملی نقشے مرتب ہوتے ہیں، لہذا اللہ تعالیٰ کی کڑی نگرانی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے یا ایسا فعل صادر نہ ہو جائے جو منشاء شریعت کے منافی ہو۔

درحقیقت وحی کی دو قسمیں ہیں: قولی اور تقریری۔

قولی وحی : قول میں اللہ تعالیٰ کے احکام براہ راست نازل ہوتے

ہیں مثلاً پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کو کوئی دخل نہیں تھا۔ ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ نے اجتہاد کیا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ نے شرف منظوری بخشا ہو۔ پھر نماز کے اوقات اور نماز کا طریقہ یہ سب کا سب آپؐ کو سکھایا گیا۔ اسی طرح اور بہت سے قوانین نازل ہوئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں بیان کر دیئے۔ ایسی احادیث میں کبھی غلطی نہیں ہوئی اس لئے کہ ان میں کہا وہی کیا جو وحی کے ذریعہ بتایا گیا۔

تقریری وحی : قرآن مجید اور قولی احادیث کے ذریعہ قوانین الہیہ

نازل کئے گئے۔ ان پر عمل کرنے کا طریقہ یا تو اللہ تعالیٰ نے براہ راست قولی احادیث کے ذریعہ متعین فرمایا۔ یا کبھی ایسا ہوا کہ طریقہ متعین فرمانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتہاد کی ضرورت ہوئی۔ آپؐ نے خود کسی طریقہ کو اختیار کر لیا۔ وحی الہی نے سکوت کیا تو یہ طریقہ خود بخود شریعت کا جزء بن گیا کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے منظور فرمایا، نہ اس میں ترمیم کی نہ تنسیخ کی، نہ اصلاح کی، اور اگر کہیں کسی موقع پر اجتہاد صحیح نہیں نکلا تو وحی کے ذریعہ اس کی اصلاح کر دی گئی اور ایسی مثالیں دو تین سے زیادہ نہیں جو یہاں اعتراضات کے ضمن میں بیان کی جا رہی ہیں۔ غرض یہ کہ آپؐ کے تمام اجتہادات کو خواہ سکوت کے ذریعہ خواہ اصلاح کے ذریعہ، اللہ تعالیٰ نے شرف منظوری بخشا۔ اگر ان میں سے ایک بھی غلط ہوتا تو ضرور وحی الہی کے ذریعہ اس کی اصلاح ہو جاتی اور وہ بھی قرآنی وحی کے ذریعہ۔ اصلاح کبھی حدیث کی صورت میں نازل نہیں ہوئی۔ کتب حدیث اس

پر شاہد ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں یہی دو تین مثالیں اصلاح کی ملتی ہیں لہذا قرآن مجید ہی سے ثابت ہوا کہ آپ کی ساری زندگی اور دین کے متعلق آپ کے اقوال و افعال سب اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہیں، گویا وہ ایسے اقوال و افعال ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پسند کر کے برقرار رکھا۔ یہ برقرار رکھنا گویا تقریری وحی ہے۔ اب ہمارے لئے کوئی گنجائش نہیں کہ اس منظور شدہ ضابطہ حیات کو ترک کر کے دوسرا کوئی غیر منظور شدہ ضابطہ حیات تیار کریں اور اس کو اسلامی ضابطہ کا نام دیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلٰلًا لِّبَنِي اِسْرَآئِيْلَ
اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآئِيْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ
(آل عمران ۹۳)

بنی اسرائیل پر تمام کھانے کی چیزیں حلال تھیں سوائے اُس چیز کے جو اسرائیل (حضرت یعقوب) نے اپنے اوپر حرام کر لی تھی۔

غالباً اسی آیت سے استنباط کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد نہ کھانے کی قسم کھائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اجتہاد منظور نہ فرمایا اور یہ اسرائیلی قانون منسوخ فرمادیا، اب اس امت میں سے کسی کو اختیار نہیں کہ کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لے۔

اعتراف ۱۶ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۝ اَنْ جَاءَهُ
الْاَعْمٰی ۝ (عبس ۲۱)

منہ بنایا اور رخ پھیر لیا جبکہ ان کے پاس ایک اندھا آیا۔

اس آیت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر تنبیہ کی گئی لہذا

آپ کا ہر فعل وحی کے ماتحت نہیں تھا۔

جواب | عَبَسَ وَتَوَلَّى کا فاعل ابی بن خلف تھا (مسند ابی یعلیٰ)۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ابی بن خلف سے خطاب فرما رہے تھے آپ کو اس بات کی بڑی خواہش

تھی کہ کوئی دشمن مسلم ہو جائے تو اسلام کی ترقی میں بڑی مدد ملے گی۔ اسی اثناء میں ایک

نابینا آئے اور خطبہ کے درمیان میں انہوں نے آپ سے کوئی سوال کیا۔ تبلیغ کے الہامانہ

جذبہ کے تحت آپ نے تبلیغ کی طرف ہی توجہ مبذول رکھی اور ان نابینا کی طرف توجہ

نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بے التفاتی کو حکایتاً بیان کیلئے بظاہر عقلاً بھی اور

شرعاً بھی اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی اور اس لحاظ سے آپ کا اجتہاد بالکل

قرین قیاس معلوم ہوتا ہے، لیکن یہ خالصتہً لوجہ اللہ اجتہاد بھی اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا

اور اللہ تعالیٰ نے یہ قانون صراحتاً نہیں بلکہ اشارۃً و حکایتاً پسند فرمایا کہ مسلم کی

عزت و ہدایت کو یہ نسبت کفار کی عزت و ہدایت کے زیادہ ملحوظ رکھا جائے۔

خلاصہ | ان مذکورہ بالا دونوں اصلاً حوں پر غور کیجئے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے اقوال و افعال پر اتنی سخت نگرانی کیوں ہے؟ اس کی وجہ سوائے اس

کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہی اقوال و افعال کو پوری دنیا کے لئے ضابطہ بننا تھا

لہذا ان کی سخت نگرانی کی جا رہی تھی، تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی

بات دنیا میں باقی نہ رہ جائے جو غیر صحیح ہو اور لوگ اس پر عمل کر کے غلطی کے مرتکب

ہو جائیں۔ منکرین حدیث تو ان دونوں واقعات کو اس بات کے ثبوت میں پیش کرتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات منشاءً الہی کے مطابق نہیں ہوتی تھی

حالانکہ یہی دونوں واقعے ہماری دلیل ہیں اور اس بات کا ثبوت ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات منشاء الہی کے مطابق ہوتی تھی اور اگر ایسا نہ ہوتا تو جس طرح ان دونوں موقعوں پر اللہ تعالیٰ نے اصلاح کی، دوسرے موقعوں پر بھی اصلاح کرتا جب ان دو موقعوں پر جو بظاہر شریعت الہیہ اور عقل کے بالکل مطابق معلوم ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ خاموش نہ رہا تو پھر کسی اور موقع پر کیسے خاموش رہ سکتا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی منظور کردہ ہے اور جو دو اجتہادات منظور نہیں تھے ان کی بھی اصلاح کر کے زندگی کو بالکل خطا سے پاک اور ذاتِ رسول کو محصوم کر دیا گیا۔ آپ سے غلطی ہوتی نہیں تھی اور اگر ہوتی تو اس کو باقی نہ رہنے دیا جاتا تھا۔ لہذا اب جو کچھ اسوۂ رسول ہمارے پاس ہے اس میں خطا کا شائبہ تک نہیں ہے۔ پورا اسوۂ رسولؐ یا تو اللہ تعالیٰ کی قوی وحی ہے یا اللہ تعالیٰ کی تقریری وحی۔ منکرینِ حدیث کو غلط فہمی اسی وجہ سے ہوئی کہ وہ وحیِ قولی اور وحیِ تقریری میں تفریق نہ کر سکے۔

اعتراف ۱۷۱ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس اہل مقدمہ آتے ہیں اگر میں کسی کو کوئی چیز دلا دوں اور وہ اس کا حقدار نہ ہو تو اسے اس چیز کو آگ کا ٹکڑا سمجھنا چاہیے چاہے لے لے چاہے چھوڑ دے گویا آپ کے فیصلے غلط بھی ہو سکتے تھے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ وہ وحی نہ ہوں۔ (مزاج شناس رسول ص ۱۸۷ ملخصاً)

جواب | قانون اور چیز ہے اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنا اور چیز۔ آپ نے قانون کے متعلق یہ الفاظ نہیں فرمائے کہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے بلکہ فیصلہ کے متعلق فرمایا کہ وہ فیصلہ آگ کا ٹکڑا ہے۔ فیصلہ کی بنیاد ثبوت اور شہادت پر ہوتی ہے۔

اگر ثبوت یا شہادت متیا ہوگئی خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو تو رسولؐ کو بھی اسی کے مطابق فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ حاکم یا رسولؐ کو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ یہ شہادت جعلی ہے۔ وہ عالم الغیب نہیں، لہذا فیصلہ اس لئے غلط ہو سکتا ہے کہ فیصلہ کرنے والے کو علم غیب نہیں۔ اس لئے غلط نہیں ہوتا کہ فیصلہ کرنے والے کو قانون معلوم نہیں یا وہ قانون کی منشاء کو نہیں سمجھتا۔ مثلاً ایک شخص فوت ہو جاتا ہے اور صرف ایک لڑکی چھوڑتا ہے۔ ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں متوفی کا لڑکا ہوں اور اس بات کو وہ جھوٹی شہادتوں سے ثابت کر دیتا ہے۔ اب رسولؐ کا فرض یہی ہے کہ وہ قانون کے مطابق اس مدعی کو متوفی کا وارث قرار دے اور اس کو لڑکی سے دو گنا حصہ دے۔ قانون کے لحاظ سے فیصلہ بالکل صحیح ہے لیکن جعلی شہادتوں کی وجہ سے فیصلہ غلط ہے۔ اب بتائیے اس غلط فیصلہ کی وجہ سے وہ قانون کیسے غلط ہو جائے گا جس پر رسولؐ نے عمل کیا۔ وحی کے ذریعہ سے تو صرف وہ قانون نازل ہوا ہے نہ کہ فیصلہ۔ اصل چیز وہ قانونِ تقسیم وراثت ہے جس کو رسولؐ نے اختیار کیا۔ اور وہ صحیح ہے۔ لہذا فیصلہ کی غلطی اس پر اثر انداز نہ ہوگی۔ فیصلہ کی غلطی اور چیز ہے اور قانون کی غلطی اور چیز ہے۔ لہذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ قوانین اور ضوابط کے سلسلے میں رسولؐ اللہ کی کوئی بات غلط نہیں ہو سکتی وہ بالکل وحی ہوتی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو شریعت درہم برہم ہو جائے، اس لئے کہ منشاء قانون کو سب سے زیادہ سمجھنے والا رسولؐ ہی ہو سکتا ہے اور جب وہ ہی غلط سمجھے تو پھر آگے اللہ ہی حافظ ہے۔

اعتراف ۱۸ | دین کے جو اصول قرآن میں دے گئے ہیں ان کی عملی جزئیات متعین

کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا کرتے تھے (مزاج شناس رسول ص ۱۳۶)

بعض باتیں جو مشورہ کی رو سے اختیار کی گئیں اللہ کی منشاء کے مطابق نہ نکلیں اس لئے خدا کی وحی نے ان پر تنبیہ کی (مزاج شناس رسول ص ۱۸۹)
اگر رسول کی ہر بات وحی ہوتی تو پھر مشورہ سے کیا مطلب؟

(مزاج شناس رسول ص ۱۸۸)

جواب | یہ بالکل غلط ہے کہ عملی جزئیات مشورہ سے متعین کی گئیں۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ نماز کے اوقات، نماز کی رکعات، ہر رکعت کے جزئیات، زکوٰۃ کا انصاب و شرح، زکوٰۃ الفطر کی شرح، دو عیدوں کا انعقاد وغیرہ وغیرہ یہ سب مشورہ سے پائے گئے تھے؟ ہرگز نہیں۔ دین کی تمام جزئیات براہ راست وحی کے ذریعہ نازل ہوئیں، خواہ قول کی صورت میں خواہ تقریر کی صورت میں۔ پھر قول کی بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ قبل از وقت قانون کا نزول، یا اجتہاد کے بعد غیر صحیح اجتہاد کی اصلاح۔ مؤخر الذکر صورت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں صرف دو مثالیں ملتی ہیں اور بس۔

اگر ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ بعض جزئیات مشورہ سے پائیں تو اس میں بھی کوئی اعتراض نہیں۔ اس لئے کہ اگر کسی قاعدہ کو مشورہ سے اختیار کیا گیا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کو منظور تھا اسی لئے باقی رہا، ورنہ قرآن مجید کے ذریعہ تنبیہ و اصلاح کر دی جاتی۔ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے متعلق جو فیصلہ مشورہ سے کیا گیا جب اس تک کو بغیر اصلاح کے نہ چھوڑا گیا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ مشورہ سے کوئی غلط

قانون بن جاتا اور وحی نازل نہ ہوتی۔

مندرجہ بالا جواب محض اس مفروضہ کی بنیاد پر تھا کہ جزئیات دینی مشورہ سے اختیار کی گئیں ورنہ اصل جواب پر وزیر کے ان الفاظ میں موجود ہے۔

”وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔“

معاملات میں ان سے مشورہ کیا کرو۔

(مزاج شناس رسول ص ۱۸۸)

یعنی مشورہ صرف ملکی معاملات میں ہوتا تھا، نہ کہ شریعت سازی میں شریعت

سازی تو صرف اللہ کا حق ہے اور وہی اسے متعین فرماتا ہے۔ خواہ قولی وحی کے

ذریعہ خواہ تقریری وحی کے ذریعہ اور یہ سب کچھ رسول کے ذریعہ ہوتا ہے رسول کے بعد نہیں ہو سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد اگر کوئی شخص شریعت سازی کرے تو وہ شرک

کرتا ہے۔ البتہ قانون کی روشنی میں فیصلہ اب بھی کیا جاسکتا ہے اور کرنا چاہیے لیکن

وہ فیصلہ خود قانون نہیں بن سکتا۔

خلاصہ | غرض یہ کہ رسول کے تمام دینی کام اللہ تعالیٰ کی منظوری سے ہوتے

ہیں۔ رسول کے ہر فعل و اجتہاد پر اللہ تعالیٰ کی سخت نگرانی رہتی ہے اور کہیں بھی

ادنیٰ سا شوشہ بھی نہیں چھوڑا جاتا جس سے کسی قسم کی خرابی کا اندیشہ ہو، بلکہ بعض

دفعہ تو بالکل دنیوی معاملات بھی اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں طے پاتے ہیں۔ مثلاً رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر بلو معاملات میں اللہ تعالیٰ دخل دیتا ہے تاکہ پوری

امت کے لئے نمونہ بننے میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔ صلح حدیبیہ بھی ایسا ہی ایک

دنیوی معاملہ ہے اور اس صلح میں جو کچھ ہوا یہ بالکل اس کے برعکس ہے جو اللہ تعالیٰ

فتح بدر کے دن دیکھنا چاہتا تھا۔ فتح بدر میں تو اس پر خفگی کا اظہار کیا گیا کہ دشمن پر

دھاک بٹھانے سے پہلے قیدیوں کو کیوں چھوڑا گیا۔ قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا تاکہ دشمن مرعوب ہوتا۔ لیکن اس کے بالکل برخلاف صلح حدیبیہ میں ہر قسم کے مغلوبانہ شرائط کو قبول کیا جاتا ہے۔ ان شرائط سے مسلمان کی جو دھاک بٹھ چکی تھی وہ ختم ہو رہی تھی۔ یہ شرائط اسے عامہ کے بھی خلاف تھیں لیکن بایں ہمہ صلح ہوئی اور ان ہی مغلوبانہ شرائط کے ساتھ ہوئی اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا :

يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الفتح) ہوں۔

اور یہ کہہ کر حضرت عمرؓ کے تمام اعتراضات کو ختم کر دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ آپؐ جو کچھ کر رہے تھے وہ حکم الہی کے ماتحت تھا۔ اس لئے آپؐ نے ان الفاظ کے بعد فرمایا۔

وَلَنْ يُضَيِّعَنِي اللّٰهُ اَبَدًا اللّٰہ ہرگز کبھی بھی مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ (صحیح بخاری)

صلح حدیبیہ میں جو مصلحت تھی اس کو کون جان سکتا تھا۔ صلح دہ کر کی جا رہی تھی لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مطمئن تھے۔ آخر یہ اطمینان کس بنا پر تھا؟ سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ آپؐ یہ صلح اللہ کے حکم سے کر رہے تھے اور یہ یقین رکھتے تھے کہ جب اللہ ہی کا یہ حکم ہے تو اللہ آپؐ کو ضائع نہ کرے گا۔ یہ حکم قرآن میں کہیں نہیں، لہذا ثابت ہوا کہ وحی قرآن مجید کے علاوہ بھی آتی تھی۔ صلح کے بعد قرآنی آیات نے اس صلح کو فتح مبین قرار دیا اور آئندہ کے واقعات نے بتا دیا

کہ یہ مخلوبانہ شرائط کس حد تک مفید ثابت ہوئیں۔ اور ان میں کیا غیبی مصلحت تھی۔ اس غیبی مصلحت کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے ہوا اور کس طرح آپؐ نے بغیر شورہ بلکہ عام مسلمین کے انتہائی غیظ و غضب کے باوجود اس مصلحت کو ترجیح دی۔ مسلمین کی جماعت میں انتشار و مخالفت کے اندیشہ سے بھی آپؐ نے کسی قسم کی تبدیلی نہیں فرمائی، بلکہ ان مخلوبانہ شرائط پر جمے رہے۔ کیا یہ سب کچھ بغیر حکیم الہی کے ہودہا تھا۔ ہرگز نہیں بلکہ ہر چیز وحی کی روشنی میں ہو رہی تھی اور آپؐ ان پریشان کن حالات میں بھی مجبور تھے کہ ان شرائط کو منظور کریں۔ ان کو منظور کرتے وقت کسی قسم کا خوف و ہراس یا مرعوبیت آپؐ پر طاری نہیں تھی بلکہ پورے اطمینان اور توکل سے ان شرائط کو منظور فرمایا۔ حدیث کے وحی ہونے کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اگر وحی نہ آئی ہوتی تو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ کو بموجب حکم الہی صحابہ کرام کے مشورہ سے طے فرماتے۔ باوجود قرآنی حکم ”کہ معاملات میں مشورہ کیا کرو۔“ آپؐ کا مشورہ نہ کرنا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آپؐ یہ صلح وحی کے ماتحت کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ سے جب اس مخلوبانہ صلح کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا تھا وہ بے شک اللہ کے رسول ہیں، اللہ انہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ (صحیح بخاری) گو یا حضرت ابو بکرؓ بھی سمجھ گئے تھے کہ یہ معاملہ بوجی الہی طے پارہا۔

نتیجہ | ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تمام احکام دینیہ اور ان کی تمام جزئی تفصیلات وحی کے ذریعہ آتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و فعل اور اجتہاد کی نگرانی کرتا تھا اور اگر کسی معاملہ میں کوئی خطا ہو جاتی تھی تو فوراً قرآنی وحی کے ذریعہ اصلاح نازل ہو جاتی

تھی اور یہ اصلاح پوری زندگی میں صرف دو مرتبہ نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ شدہ نہ کھانے کے سلسلے میں، دوسری مرتبہ نابینا سے التفات نہ کرنے کے سلسلے میں۔ لہذا آپ کی تمام زندگی کے واقعات غلطی و خطاء کے شانہ سے پاک و منزہ ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی مہرِ رضا ثبت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی پیروی کا حکم دیا ہے اور پیروی کو ہدایت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

وَاتَّبِعُوا لِمَا خَلَقَكُمْ تَهْتَدُونَ رسول کی پیروی کرو تاکہ تمہیں ہدایت مل جائے۔ (اعراف ۱۵۸)

اعتراف ۱۹ | احادیث سازی اور احادیث کو حجت تسلیم کرنا یہ ایک عجی سازش تھی جو اسلام کو بدنام کرنے کے لئے کی گئی تھی۔

جواب | معترضین نے یہ ایک نیا شوشہ چھوڑا ہے اور ثبوت میں صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ کیونکہ اکثر محدثین عجی تھے لہذا یہ ان ہی کا کارنامہ ہے کہ احادیث کو حجت بنایا اور پھر اپنے مطلب کی احادیث گھڑیں جن سے اسلام بدنام ہو، اسلام کی ترقی رک جائے۔ یہ اعتراف کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ معترضین اس سازش کا کوئی ثبوت نہیں دے سکے۔ نہ اسکی نشاندہی کر سکے کہ یہ کب شروع ہوئی۔ کس نے شروع کی۔ اس کامرکز کہاں تھا۔ ان لوگوں کی خفیہ مجالس کہاں ہوتی تھیں۔ اسلامی حکومت کو اس سازش کا علم ہوا یا نہیں۔ یہ بات کتنی مضحکہ خیز ہے کہ اسلامی اقتدار کے دور میں ایسی سازش موجود ہو لیکن اسلامی حکومت اور تمام عرب مسلمین اس سے بے خبر ہوں سازش کا علم کسی کو نہ ہو سکا اور اب تیرہ سو سال سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد اس سازش کا

علم منکرینِ حدیث کو ہوا۔ لہذا یہ بھی سازش کا شاخسانہ صرف ایک مفروضہ ہے۔
حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

دوم یہ کہ حدیث کی خدمت میں عرب کے محدثین بھی برابر کے شریک تھے پھر اسلامی حکومت بھی اس کی حفاظت کرتی تھی۔ اس کی تدوین و اشاعت کرتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ و دیگر خلفاء کی مرتب کردہ حدیث کی کتابوں کا ذکر آگے آ رہا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب احادیث کی تعلیم و اشاعت میں برابر کے حصہ دار تھے۔ غرض یہ کہ پورا معاشرہ اور حکومت قرآنیہ دونوں مل کر حدیث کی حفاظت کر رہے تھے۔ اُسے حجت سمجھتے تھے۔ گویا یوں کہنا چاہیے کہ عرب و عجم۔ حکومت اور عوام سب اس حدیث میں شریک تھے۔ خدمت و حفاظت میں ان سب کا شریک ہونا ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے اور صرف تاریخی حقیقت ہی نہیں بلکہ مسلمین کا متواتر عمل پیکار پیکار اس کی شہادت دے رہا ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرونِ اولیٰ سے لے کر اب تک حدیث کو حجت تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ سب اس سازش میں شریک تھے۔ کوئی ایک شخص بھی اسلام کا حقیقی دوست باقی نہیں رہا تھا تو پھر قرآن مجید بھی ان ہی سازش کرنے والوں کے ذریعہ ہمیں ملا ہے اس کے متعلق کیا رائے ہے۔ کیا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ خلفائے ثلاثہؓ کی سازش سے قرآن مجید میں رد و بدل ہوا صحیح ہے؟ منکرینِ حدیث ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ بعض احادیث ایسی ملتی ہیں، جن سے عجمی جاہلیت کو تقویت

پہنچتی ہے لہذا عجی سازش بالکل قرین قیاس ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث کو صحیح کس نے کہا؟ ان گھڑی ہوئی احادیث کی وجہ سے صحیح احادیث کیسے ترک کر دی جائیں گی۔ اگر یہ کہا جائے کہ بعض صحیح احادیث میں بھی ایسا مضمون پایا جاتا ہے تو اس کا جواب صرف اتنا ہے کہ وہ مفہوم خود تراشیدہ اور غلط فہمی پر مبنی ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید کے متعلق بھی اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے کہ اس میں عجی افکار کی جھلک ہے اور ثبوت میں مندرجہ ذیل آیات پیش کرے تو اس کا کیا جواب ہوگا۔ وہ آیات یہ ہیں۔

۱۔ فَلَمَّا جَاءَ هَانُودِيٌّ أَنُّ
بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ
حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ ○ يَمْوَسَّىٰ إِنَّهُ
أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○
(زل ۸ و ۹)

جب حضرت موسیٰ اُس آگ کے پاس
آئے تو انہیں آواز آئی کہ آگ میں اور
اس آگ کے ارد گرد جو ہستی ہے وہ
برکت والی ہے اور (اے موسیٰ) اللہ
جورب العالمین ہے تمام برائیوں
سے پاک و منزہ ہے (پھر آواز آئی)
اے موسیٰ وہ ہستی میں اللہ عزیر و حکیم
ہوں۔

۲۔ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ
شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ
الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنَّهُ يَمْوَسَّى
إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ○

جب حضرت موسیٰ آگ کے پاس آئے
تو اُس مبارک مقام میں وادی ايمن
کی طرف سے درخت میں سے آواز
آئی۔ "اے موسیٰ، میں اللہ رب

العالمین ہوں۔“

(قصص ۳۰)

نعوذ باللہ کیا ان آیات کو آتش پرستی اور شجر پرستی کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے؟ اگر اعتراض محض اعتراض کے لئے ہو تو بات دوسری ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز پر تجلی فرمانا اس چیز کو اللہ نہیں بنا دیتا۔

اعتراض ۲۰ | اگر احادیث وحی کی ہی ایک قسم ہے تو اس کو قرآن کے ساتھ مخلوط کیوں نہ کر دیا گیا؟

جواب | یہ بھی لایعنی اعتراض ہے۔ کیا ہم سوال کر سکتے ہیں کہ (۱) حضرت خضر نے جس بچے کو کسی مصلحت سے قتل کیا تھا اُسے پیدا ہی کیوں کیا گیا تھا۔

(۲) وہ دیوار اللہ تعالیٰ نے گرائی ہی کیوں تھی جس کی مرمت کے لئے حضرت خضر کو وہاں جانا پڑا۔

(۳) چاند و سورج کی گردش مقرر کر کے پھر اس میں (نعوذ باللہ) یہ خامی کیوں رکھی گئی کہ چاند گرہن و سورج گرہن ہوتا رہے۔

(۴) ننانوے دُنیوں اور ایک دُنی کا مقدمہ اس انداز سے کیوں بیان کیا گیا کہ اس سے اہل کتاب کے اُس افسانہ کی تائید ہو جس میں یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں اور پھر بھی وہ اور یا کی بیوی کے خواہاں تھے (نعوذ باللہ من ذلک)۔

(۵) حروف مقطعات کا کیا مطلب ہے؟ اگر مطلب ہے تو بتایا کیوں نہیں گیا؟

اصلی جواب | اب اصل جواب سنئے۔ قرآن مجید کی حیثیت آئین و دستور (CONSTITUTION) کی ہے۔ وہ بنیادی چیزیں بیان کرتا ہے، عموماً جزئیات کی تفصیل میں نہیں جاتا جس طرح آئین میں تمام قوانین و فرامین (ACTS AND ORDINANCES) اور قواعد و ضوابط (RULES AND REGULATIONS) نہیں ہوتے، اسی طرح قرآن مجید میں بھی ان تمام قوانین اور فرامین اور قواعد و ضوابط کو نہیں رکھا گیا۔ اگر آئین میں یہ سب چیزیں شامل کر دی جائیں تو آئین کے بہت زیادہ ضخیم ہو جائے گا اس کی افادیت کم ہو جائے گی۔ لہذا بنیادی نصب العین کے لئے قرآن مجید کو علیحدہ رکھا گیا تاکہ آسانی اس کو حفظ کیا جاسکے اور اس کی تلاوت ہو سکے اور ہر شخص محض ضخامت سے خوفزدہ ہو کر اس سے بیگانہ نہ ہو جائے جیسا کہ دوسری کتابوں کا حال ہے۔

انتباہ | اوپر دی ہوئی تمثیل سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ آئین اور اس کے ماتحت قوانین اور قرآن مجید اور اس کے ماتحت نازل کردہ حدیثی قواعد و ضوابط ہر لحاظ سے مشابہ ہیں۔ نہیں، آئین اور قوانین کو مجلس دستور ساز بدلتی رہتی ہے لیکن قرآنی آئین اور احادیث میں بیان کردہ قوانین و ضوابط ابدی ہیں ان میں تبدیلی کوئی فرد یا جماعت نہیں کر سکتی۔

اعتراف ۲۱ | اگر حدیث وحی ہے تو پھر اس میں اور قرآنی وحی میں اختلاف کیوں ہے۔؟

جواب | یہ قطعاً صحیح نہیں کہ صحیح حدیث اور کسی قرآنی آیت میں تضاد ہے

غلط فہمی سے قرآنی آیت کا ترجمہ یا حدیث کا ترجمہ غلط کیا جائے تو پھر یہ ممکن ہے کہ تضاد محسوس ہو۔ اس طرح تو قرآنی آیات میں بھی تضاد واقع ہو سکتا ہے لیکن یہ قرآن مجید کا قصور نہیں بلکہ فہم کا قصور ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۔ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَا نَذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔
بے شک جو لوگ کافر ہیں ان کو آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، دونوں چیزیں برابر ہیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

(بقرہ ۶)

دوسری آیت میں ہے۔

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ جب اللہ کی مدد اور فتح آگئی اور
وَرَأٰی النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ○ (نصر ادا) آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں۔
پہلی آیت میں ہے کہ کافر مسلم نہیں ہوں گے، دوسری میں ہے کہ کافر فوج در فوج مسلم ہو گئے۔

۲۔ اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرَحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرَحٌ مِّثْلُهٗ ○ اگر تم کو (جنگ اُحد میں) نقصان پہنچا تو اسی کے برابر کافر قوم کو بھی (جنگ بدر میں) نقصان پہنچ چکا ہے۔
(آل عمران ۱۳۰)

دوسری آیت میں ہے۔

اَوَلَمَّا اَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَةٌ ○ اور جب تم کو (جنگ اُحد میں) نقصان
قَدْ اَصَبَتْکُمْ مِّثْلُهَا ○ (آل عمران ۱۵) پہنچا تو اس سے دو گنا نقصان تم

نے (جنگ بدر میں) کافروں کو ہنچایا
تھا۔

پہلی آیت میں کافروں کا نقصان مسلمانوں کے نقصان کے برابر دوسری
میں کافروں کا نقصان مسلمانوں کے نقصان سے دوگنا۔

۳۔ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا
کَتَبَ اللَّهُ لَنَا (توبہ ۵۱) پہنچ سکتی سوائے اُس کے جو اللہ نے
ہمارے لئے لکھ دی ہے۔

دوسری آیت میں ہے۔

وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ
فَمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ (شوریٰ ۳) یہ اعمال کا نتیجہ تھی۔

پہلی آیت میں تقدیر پر زور ہے۔ دوسری میں تدبیر کی سب کچھ ہے۔

نتیجہ | الغرض غلط فہمی کی بناء پر کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ آیات میں بھی تضاد
ہے لہذا نہ یہ صحیح نہ وہ صحیح۔ یا یہ کہ ایک صحیح ہے اور دوسری غیر صحیح۔ تو کیا
اس ظاہری تضاد کی وجہ سے ہم بھی یہ سمجھ لیں کہ واقعی تضاد ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔
اسی طرح کسی قرآنی آیت میں اور حدیث میں بظاہر تضاد نظر آئے تو وہ تضاد غلط
فہمی پر مبنی ہوگا حقیقتاً نہیں ہوگا۔ لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ بعض احادیث قرآن
سے ٹکراتی ہیں۔ ہاں اگر قرآنی آیت کا ترجمہ ہی غلط کیا جائے اور اپنے مروجہ
دعویٰ کی دلیل میں اس ترجمہ کو پیش کیا جائے تو پھر بات ہی دوسری ہے۔ حدیث
قرآن مجید کے خلاف تو نہیں ہوگی بلکہ اس غلط ترجمہ کے خلاف ہوگی جو کسی نے اپنی

رائے سے کر دیا ہے اور یہ بات قرآنی آیات کے ساتھ بھی پیش کی جاسکتی
 ہے۔ لہذا جب اس مفروضہ تضاد کی بناء پر قرآن کو نہیں چھوڑا جاسکتا تو حدیث
 کو بھی نہیں چھوڑا جاسکتا۔ دراصل بات یہ ہے کہ قرآنی آیت کا ترجمہ ہی وہ
 ہو گا جو حدیث میں مذکور ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی تشریح قرآن مجید تو حجت نہ ہو اور بعد کے کسی ایک فرد کی تشریح حجت ہو۔

باب ششم

منکرینِ حدیث سربراہ کی تحریریں سے حجیت حدیث کا ثبوت

اب ہم حجیت حدیث کے مضمون کو منکرین حدیث کے سربراہ پر وزیر کے اقتباسات پر ختم کرتے ہیں۔

اقتباس ۱۔

رسول پر ایمان | ”ایمان کے معنی یہ ہیں کہ جب رسول یہ کہے کہ خدا نے مجھے یہ حکم دیا ہے تو ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ خدا نے واقعی یہ حکم دیا ہے یعنی رسول کا وہ حکم اُسے خدا کی طرف سے بذریعہ وحی ملا ہے۔“

(مزاج شناس رسول مصنفہ پرویز ص ۱۱)

حدیث کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لہذا اُسے تسلیم کیجئے۔

اقتباس ۲۔

”حضرات انبیاء کرام کے ذمہ ابلاغ رسالت بھی ہے اور پھر اس وحی پر عمل کر کے یہ دکھانا بھی ہے کہ اس دنیا میں کس طرح خدا کی حکومت متمکن ہوتی ہے۔“

(معارف القرآن مصنفہ پرویز جلد ۲ ص ۱۵۴)

حدیث ہی اس وحی کی عملی تشکیل ہے۔ حدیث ہی یہ بتاتی ہے کہ کس طرح

دکھیں سنت سے) اللہ تعالیٰ کی حکومت متمکن ہوتی ہے۔ (سنت کے معنی طریقہ)۔ جب عمل کر کے دکھانا اور اللہ تعالیٰ کی حکومت کو متمکن کرنے کا طریقہ بتانا رسول کے ذمہ ضروری ہے تو پھر اس ضروری چیز کا اتباع بھی ضروری ہے۔

اقتباس ۳

”اس کا خدا رحم الراحمین اور اس کا رسول رحمۃ للعالمین اس لئے وہ عبد

مؤمن جو اپنے خدا کی صفات اپنے اندر منعکس کرے اور اپنے رسول کے اسوۂ حسنہ

کو مشعل ہدایت بنائے فطرۃ رحمت و رافت کا پیکر ہوگا اور ساری دنیا کے

ستائے ہوئے انسان کو اسی کے دامن رحمت میں پناہ ملے گی۔“

(معارف القرآن جلد ۱ ص ۱۶)

پرویز کی مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوا کہ اسوۂ رسول کو عبد مؤمن سے

ایک خاص تعلق ہے۔ لہذا اسوۂ رسول کی اتباع قیامت تک کے لئے ہر عبد

مؤمن پر فرض ہے، نہ کہ عارضی طور پر کہ بس آپ کی زندگی تک فرض تھی، بعد

میں نہیں۔

اقتباس ۴

(یقیناً) میری رحمت ہر شے کو محیط ہو

رہی ہے پس میں ان لوگوں کے لئے رحمت

لکھ دوں گا جو تقویٰ شعار ہوں گے۔

زکوٰۃ ادا کریں گے اور ہماری آیات پر

ایمان لائیں گے یعنی وہ لوگ جو اس

”وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ

شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ

يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ

النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ (اعراف ۱۵۶ و ۱۵۷) (عربی) نبی امی کی اتباع کریں گے۔

(معارف القرآن جلد اول صفحہ ۵۵)

مندرجہ بالا آیت کے تسلسل میں جو قرآنی عبارت ہے وہ بھی قابل دید ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الَّذِي يَجِدُ وَنَهْ مَكْتُوبًا
عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ
يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ
وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ
عَنْهُمْ أَصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ
الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ
آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ
وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ
مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○
قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ
اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ
مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ
إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ
وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي

(رسول عربی نبی امی کون ہے) وہ جس
کے تذکارِ حلیہ ان کے پاس تو ریت
اور انجیل میں موجود ہیں۔ وہ ان کو نیک
باتوں کا حکم دیتا ہے، برائی سے روکتا
ہے اور پاک چیزیں ان کے لئے حلال
کرتا ہے اور ناپاک چیزوں کو ان پر
حرام کرتا ہے، اور ان سے (سخت
احکام اور رسم و رواج کے) بوجھ
اور ان پھندوں کو (جو ان کے گلے میں
پڑے ہوئے ہیں) دور کرتا ہے۔ پس
جو لوگ اُس پر ایمان لائیں گے اس کا
احترام کریں گے اور اس کی مدد کریں گے
اور اُس نور کی اتباع کریں گے جو اس کے
ساتھ نازل کیا گیا ہے، وہی لوگ
فلاح پانے والے ہیں (اے رسول) آپ

يَوْمَ مِنْ بِلِلّٰهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ كَمَدَّحِيٍّ كَهَلْ لَوْ كَوْنًا فِي تَمَّ سَبَّ كِي

طَرَفِ اللّٰهِ كَارِسُوْلٍ بِنَاكَرِ بَهِيْجَا كِيَا هُوْنَ نَعْلَكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○

(اَعْرَاف ۱۵۷ و ۱۵۸)

کا بادشاہ ہے، اس کے علاوہ کوئی الہ

نہیں، وہی مارتا ہے، وہی جلاتا ہے۔

پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے اُس

رسول نبی امی پر بھی ایمان لاؤ جو رسول

کہ خود بھی اللہ اور اُس کے کلمات پر ایمان

لاتا ہے۔ (اے لوگو) اُس (رسول) کا

اتباع کرو تاکہ تم ہدایت یاب ہو جاؤ۔

مندرجہ بالا آیات سے جو نتائج برآمد ہوئے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ رحمت کے وہ لوگ حقدار ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی

کرتے ہیں۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر توریت میں بھی ہے اور انجیل میں

بھی۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیکی کا حکم دیتے ہیں (یعنی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم خواہ وہ قرآنی آیت کی صورت میں ہو یا حدیث کی صورت

میں، نیکی ہو گا لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی نیکی سے محرومی ہے

اور نیکی سے محرومی جنت سے محرومی ہے)

- ۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بری بات سے روکتے ہیں۔
 ۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاک چیزیں حلال کرتے ہیں۔
 ۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں۔
 ۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سختیوں اور غیر ضروری پابندیوں کو دور کرتے ہیں۔

- ۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ، ان کا احترام کرو اور مدد کرو۔
 ۹۔ جو نو شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اُس کی پیروی کرو (یہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ حدیث بھی نازل ہوئی ہے لہذا نور سے قرآن و حدیث دونوں مراد ہوتے ہیں)۔
 ۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک ہر انسان کے لئے نمونہ ہدایت ہیں۔

- ۱۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو تاکہ ہدایت مل جائے یعنی پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ہدایت نہیں ملے گی۔ ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و اہمیت اور اتباع کا کتنا واضح اور شاندار بیان ہے۔ کیا یہ سب باتیں مرکزِ ملت کے لئے بھی بیان کی گئی ہیں؟ کیا ”مرکزِ ملت“ اس عظمت و شان کا مالک ہو سکتا ہے؟ کیا مرکزِ ملت کا لفظ قرآن میں کہیں استعمال ہوا ہے؟

ان آیات اور ان کے علاوہ تمام آیات میں کہیں بھی یہ مذکور نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف وہ بات ہدایت ہے جو قرآنی آیت کی صورت

میں وہ بیان کریں اور دوسری بات ہدایت نہیں۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو واجب التعمیل کہا گیا ہے لہذا قرآن مجید کی پیروی بھی واجب ہے اور حدیث کی پیروی بھی واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ
شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝
وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ
وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝

اے نبی ہم نے تم کو شاہد، بشارت دینے والا، ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کے راستے کی دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

(احزاب ۴۵ و ۴۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روشن چراغ ہیں، یعنی نور ہدایت آپ ہی کی ذات سے وابستہ ہے جو اس روشن چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے، وہی ہدایت یاب ہے۔ جس طرح پڑھنے کے لئے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے سراج منیر (روشن چراغ) کی ضرورت ہے۔ کیا ہے کوئی شخص جو یہ کہہ دے کہ مجھے تاریکی میں رہنا مقصود ہے لیکن چراغ کی ضرورت نہیں۔

اللہ کا نور ہدایت دو نوروں پر مشتمل ہے۔ ایک نور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ کی احادیث ہیں، دوسرا نور قرآن مجید ہے۔ ان دونوں میں سے اگر ایک بھی نور نہ ہو تو گمراہی لازمی ہے۔ جس طرح تاریکی میں بنیانی کا نور کام نہیں دیتا اور جس طرح نابینا کو دن کی روشنی مفید نہیں ہوتی اسی طرح

جو شخص قرآن کو چھوڑ کر ذاتِ رسول ہی کو سب کچھ سمجھ لے گا اور خود ساختہ
 طریقت میں گرفتار ہو گا وہ گمراہ ہو جائے گا، اور جو شخص رسول کو چھوڑ کر قرآن
 پر عمل کرنے کی کوشش کرے وہ بھی گمراہ ہو جائے گا۔ جس طرح دیکھنے کے لئے دو
 روشنیوں کی ضرورت ہے ایک بنیانی کی روشنی۔ دوسرے چراغ کی روشنی،
 بالکل اسی طرح ہدایت کے لئے بھی دو روشنیوں کی ضرورت ہے۔ قرآن کی
 روشنی اور سراج منیر یعنی رسول کی روشنی۔ جس طرح بنیانی اور چراغ کی روشنی لازم
 ملزوم ہیں بالکل اسی طرح نورِ قرآن اور نورِ رسول لازم و ملزوم ہیں۔ کسی ایک
 سے محرومی ظلمت و ضلالت ہے۔

باب ہفتم

تدوینِ حدیث پر اعتراضات

حفاظتِ احادیث | عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کی حفاظت کا کوئی انتظام و اہتمام نہیں فرمایا بلکہ ان کی حفاظت سے روکا اور منع کیا۔ لیکن یہ اعتراض مبنی بر حقیقت نہیں۔ قبل اس کے کہ یہ بتایا جائے کہ ان روایات کی کیا حقیقت ہے جن میں حفاظت یا کتابت احادیث سے روکا گیا ہے، ہم یہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفاظتِ حدیث کا کیا کیا اہتمام فرمایا۔ ثبوت کے لئے چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبدالقیس کے وفد کو امورِ دینی کی تعلیم دی۔ ان امور میں ایسے احکام بھی شامل تھے جن کا قرآن مجید میں کوئی ذکر نہیں۔ وفد کو رخصت کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وصیت کی۔

إِحْفَظُوا هُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ
مَنْ وَرَاءَكُمْ رَحِمَ بَخَارِیْ كِتَابِ
ان احکام کی حفاظت کرنا اور اپنے
بیچے والوں کو ان سے مطلع کر دینا۔
الایمان باب اداء الخمس من الايمان

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ
كَرَاهَةِ السَّامَةِ عَلَيْنَا۔
(صحیح بخاری کتاب العلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم (بعض) ایام میں
وعظ و نصیحت کے ساتھ ہماری خبر
گیری کرتے تھے لیکن ہماری سہولت کی
خاطر صبح میں مانعہ بھی کر دیا کرتے تھے۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

إِنَّهُ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ
أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تَفْهَمَ عَنْهُ
(صحیح بخاری کتاب العلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی
مسئلہ بیان فرماتے تو اسے تین مرتبہ
دہراتے یہاں تک کہ خوب چھی طرح
سمجھ میں آجاتا۔

کتب حدیث میں ان مسائل کی مثالیں ملتی ہیں اور یہ مسائل ایسے ہیں جو
قرآن مجید میں نہیں ہیں۔

۴۔ ایک مرتبہ احادیث بیان کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا :

لِيُبْلَغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّ
الشَّاهِدَ عَسَى أَنْ يُبْلَغَ مَنْ
هُوَ أَوْ عَلَى لَهُ مِنْهُ۔
(صحیح بخاری کتاب العلم)

حاضر کو چاہیے کہ غائب کو میری باتیں
پہنچا دے اس لئے کہ شاید حاضر اس
شخص کو پہنچائے جو اس سے زیادہ
اس کو محفوظ کر سکے۔

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

۵۔ یمن کے کچھ لوگ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا :

إِنَّبَعْتُ مَعَنَا رَجُلًا يُعَلِّمُنَا
السُّنَّةَ وَالْإِسْلَامَ
(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابةؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔

۶۔ ایک عورت آئی اور عرض کیا :

ذَهَبَ الرَّجَالُ بِحَدِيثِكَ
فَاَجَعَلْنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا
نَأْتِيكَ فِيهِ تُكَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ
اللَّهُ قَالَ اجْتَمِعْنَ يَوْمَ كَذَا
وَكَذَا (صحیح مسلم کتاب البر و
الصلة وروی البخاری فی کتاب العلم
نحوہ)
ہاے اللہ کے رسولؐ (مرد تو آپؐ سے احادیث
حاصل کرتے رہتے ہیں ہمارے لئے
بھی کوئی دن اپنی طرف سے مقرر فرما
دیجئے تاکہ ہم آپؐ کے پاس حاضر ہو جایا کریں
اور جو باتیں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سکھائی
ہیں آپؐ ہمیں بھی بتا دیا کریں۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”فلاں فلاں
دن جمع ہو جایا کرو۔“

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہؓ اور صحابیاتؓ سب مل کر احادیث
سکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو سکھایا کرتے تھے مردوں
اور عورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ دن مقرر تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابیاتؓ احادیث کو بھی اللہ تعالیٰ

کی طرف سے نازل شدہ سمجھتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تردید نہیں فرمائی۔ گویا احادیث کا وحی الہی ہونا ایک مسلمہ امر تھا۔

۷۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

تَرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا طَائِرٌ يُطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا عِنْدَنَا مِنْهُ عِلْمٌ (صحیح ابن حبان جزاؤں ص ۶۴)

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں چھوڑا ہے کہ کوئی پرند ایسا نہیں جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہے مگر یہ کہ اس کے متعلق ہمارے پاس آپ کا دیا ہوا علم موجود ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑی تفصیل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کی تعلیم دی تھی۔

حدیث کی تبلیغ کرنے والے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء

۸۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَضَّرَ اللَّهُ أُمَّرَأَ سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ قُرْبَ مُبَلِّغٍ أَوْ عَمَى مِنْ سَامِعٍ (صحیح ابن حبان جزاؤں ص ۶۵ وروی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو ہم سے حدیث سنے پھر اس کو اسی طرح پہنچا دے جس طرح سنا ہے، اس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جس کو پہنچائی

الترمذی فی کتاب العلم نحوہ) جاتی ہے وہ پہنچانے والے سے زیادہ محفوظ کرنے والا ہوتا ہے۔

یہ حدیث متعدد صحابہؓ سے مروی ہے (مرعاة مخرج مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۹۵) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث کی تبلیغ کی ترغیب دیا کرتے تھے بلکہ اس کے محفوظ رکھنے کے طریقہ کی طرف نشاندہی فرما دیا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احادیث کی اہمیت

کے متعلق اعلان فرمانا

۱۔ مقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا آتِي أُوتِيْتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ إِلَّا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلَى أَرْنِكْتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ إِلَّا لَا يَجِلُّ لَكُمْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اُسی کے مثل ایک اور چیز بھی دی گئی ہے۔ خبردار عنقریب ایک پیٹ بھرا شخص اپنے تخت پر بیٹھ کر اس طرح کہے گا کہ قرآن کو لازم پکڑ لو! پس جو اس میں حلال ہے اسے حلال سمجھو اور جو اس میں حرام ہے اُسے حرام سمجھو خبردار! تمہارے لئے شہری

الْحِمَارُ الْأَهْلِيُّ الخ (ابوداؤد
کتاب السنۃ جلد ۲ ص ۲۸۴ وروی
الترمذی نحوه)

۲۔ ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُلْفَيْتَ أَحَدَكُمْ مَتَكِبًا عَلَى أَرْيَكْتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي مِمَّا آمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا خَيْرَ لِي مَا وَجَدْتُ نَافِي كِتَابِ اللَّهِ اتَّبَعْنَا (أَبُو دَاوُدَ كِتَابُ السُّنَنِ جُلْد ۲ ص ۲۸۴ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہرگز تم میں سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور جب میرا کوئی حکم اس کو سنایا جائے یا میری ممانعت اس کو پہنچے تو وہ کہے ہم اسے نہیں جانتے ہم تو صرف اس کی اتباع کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں ہمیں ملتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کافران کے ساتھ حدیث کو بھی ماخذِ قانون بنانا

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ
فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ

اے لوگو میں تم میں وہ چیز چھوڑ رہا ہوں
کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے

فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا كِتَابَ اللَّهِ رُسُلَهُ نَبِيِّهِ (مستدرک حاکم کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔ وہ چیز اللہ جلد اول ص ۹۳)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ
لَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا كِتَابَ اللَّهِ
وَسُنَّتِي وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا
عَلَى الْحَوْضِ (مستدرک حاکم جلد اول ص ۹۳)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔
ان کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے
اللہ کی کتاب اور میری سنت اور یہ
دونوں ایک دوسرے سے ہرگز علیحدہ
نہیں ہوں گی یہاں تک کہ وہ دونوں

میرے پاس حوض کوثر پر آئیں۔

غرض یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے ماخذِ قانون ہونے کا اعلان لاکھوں صحابہ کے مجمع میں فرمایا۔ یہ اعلان آخری جمع میں کیا گیا۔ گویا اس اعلان کی حیثیت وصیت کی بھی تھی۔ پھر ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ قرآن و سنت دونوں میں تفریق نہ ہوگی۔ ”ان میں روزِ محشر تک علیحدگی ناممکن ہے۔“ یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ میری زندگی میں تو قرآن کے ساتھ سنت وابستہ رہے اور بعد والے سنت کو قرآن سے علیحدہ کر دیں۔ اس اعلانِ عام سے صاف ثابت ہوا کہ حدیثِ قیامت تک کے لئے حجتِ شرعیہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتابِ حادِیث

کتابِ حدیث پر عموماً دو اعتراض کئے جاتے ہیں اور ان اعتراضات کو بنیاد بنا کر حدیث کے حجت شرعیہ ہونے سے انکار کیا جاتا ہے۔
پہلا اعتراض | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث لکھنے سے منع فرمادیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے:-

لَا تَكْتُبُوا عَنِّي وَمَنْ كَتَبَ مِثْرًا مِنْ شَيْءٍ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ
 عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْسِكُوا
 میری طرف سے کچھ نہ لکھو اور جس نے
 قرآن کے علاوہ کچھ لکھ لیا ہے اُسے
 چاہیئے کہ اُسے مٹا دے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ احادیث حجت شرعیہ نہیں، اگر حجت شرعیہ ہوتیں تو لکھنے سے کیوں منع کیا جاتا۔

دوسرا اعتراض | احادیث ڈھائی سو سال بعد لکھی گئیں لہذا وہ مشکوک ہیں اور جو چیز مشکوک ہو وہ حجت شرعیہ کیسے ہو سکتی ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب | یہ تو صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کو لکھنے سے منع فرمادیا تھا لیکن اس کا مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ امارتِ قرآنی آیات کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں۔

(۲) اسی حدیث میں آگے یہ الفاظ ہیں۔

وَحَدَّثُوا عَنِّي وَلَا حَرَجَ مجھ سے حدیثیں بیان کرو، اس میں (صحیح مسلم باب التثبت فی الحدیث) کوئی حرج نہیں۔

اس جملے سے صاف ثابت ہوا کہ حدیث کو قرآن مجید کے ساتھ مخلوط کرنے سے روکا جا رہا ہے۔ محض حدیث کے بیان کرنے سے نہیں روکا جا رہا، بلکہ حدیث کو بیان کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور اس وضاحت کے ساتھ کہ اس میں کوئی حرج نہیں یعنی التباس کا کوئی خطرہ نہیں۔

(۳) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس میں صرف بیان کرنے کی اجازت ہے، حجت شرعیہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی حدیث میں آگے یہ الفاظ ہیں۔

وَمَنْ كَذَبَ عَلَىٰ مُتَعَمِّدًا اور جو شخص قصداً مجھ پر جھوٹ بولے
فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدًا مِنَ النَّارِ اس کو اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرنا چاہیئے۔

اس جملہ نے حدیث کی اہمیت کو واضح کر دیا۔ اتنی سخت وعید صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ حدیث حجت شرعیہ ہو جس سے حلال و حرام کا فیصلہ ہو سکے مزید برآں ”علی“ (مجھ پر) صاف بتا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا عام جھوٹ کے مانند نہیں، اگر عام جھوٹ کے مانند ہوتا تو علیؑ کی

اے منداحمد کی روایت میں مراحات کے ساتھ اس چیز کو بیان کیا گیا ہے لیکن ہم نے وہ حدیث اس لئے نقل نہیں کی کہ اس کی سند میں کچھ ضعف ہے۔

ضرورت نہیں تھی۔ ”علیؑ“ کی موجودگی بتا رہی ہے کہ حدیث تحت شرعیہ ہے۔

(۴) حدیث کی کتابت، کتابت کا حکم و اجازت اور صحابہ کرام کے حم غفر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور بعد وفات حدیث تحریر کرنا اور کرانے شمار احادیث سے ثابت ہے، اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ التباس کا خطرہ ختم ہوتے ہی ممانعت کا حکم منسوخ کر دیا گیا۔

دوسرے اعتراض کا جواب | دوسرے اعتراض کا منشاء یہ ہے کہ احادیث ڈھائی سو سال بعد لکھی گئیں، ڈھائی سو سال سے پہلے حدیث کی کوئی کتابت نہیں تھی، احادیث نہ تحریر کی جاتی تھیں اور نہ انہیں کوئی اہمیت حاصل تھی۔ یہ اعتراض بھی لایعنی ہے، عموماً یہ اعتراض وہ لوگ کرتے ہیں جنہوں نے کبھی فن حدیث کا مطالعہ نہیں کیا، اس اعتراض کی بنیاد سوائے لاعلمی اور عدم تحقیق کے اور کچھ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر ہر عہد میں حدیث کی کتابت ہوتی رہی۔ پہلے چھوٹی چھوٹی کتابیں تالیف ہوتی رہیں اور پھر انہی کو ملا کر بڑی کتابیں تالیف کی گئیں۔ ہر پہلے دور کی کتابوں کو بعد والے دور کے صحائف میں سمودیا گیا۔ اگر صحیح بخاری ہی کو حدیث کی پہلی کتاب سمجھا جائے جیسا کہ بعض لوگ غلط فہمی سے کہہ یا کرتے ہیں تو بھی یہ صحیح نہیں کہ احادیث ڈھائی سو سال بعد لکھی گئیں، اس لئے کہ صحیح بخاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے تقریباً دو سو سال بعد لکھی گئی۔ امام بخاری کی تاریخ وفات کو صحیح بخاری کی تالیف کی تاریخ قرار دینا دھوکا ہے۔ صحیح بخاری کی تالیف سے پہلے حدیث کی صد ہا کتابیں موجود تھیں۔ اب ہم ان کتابوں کا تذکرہ کرتے ہیں

جو صحاح ستہ سے پہلے لکھی گئیں اور خاص طور پر ان کتابوں کا ذکر کریں گے جو عہد رسالت اور عہد صحابہ میں تالیف کی گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھوائی ہوئی کتب احادیث

۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

کَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابَ الصَّدَقَةِ
(البوداؤر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب
الصدقہ تحریر فرمائی تھی۔

۲۔ ابوراشد حیرانی کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے میرے سامنے ایک کتاب رکھی اور فرمایا :

یہ وہ کتاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لکھ کر دی ہے۔

(ترندی ابواب الدعوات جلد ۲ صفحہ ۵۲)

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

وَجِدَنِي قَائِمٌ سَيْفِ رَسُولِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كِتَابَانِ (دارقطنی مع التعلیق لغنی
مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۳۳۳ کتاب الحدیث)
۴۔ موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں۔

عِنْدَنَا كِتَابٌ مُّعَازٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (دارقطنی کتاب الزکوٰۃ ص ۱۲)

ہمارے پاس حضرت معاذؓ کی کتاب ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

۵۔ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ دَعَا بِصَحِيفَةٍ رَّعَمُوا اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِهَا اِلَى مُعَازٍ قَالَ نَعِيمٌ فَقَرِئْتُ وَاَنَا حَاضِرٌ فَاِذَا فِيهَا رَنَصِبُ الرَّايَةِ كِتَابُ الزَّكَاةِ جلد ۲

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجی تھی منگوا یا نعيم کہتے ہیں پھر وہ پڑھی گئی، اس وقت میں موجود تھا، اس میں یہ یہ تھا....

۳۵۲ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳

(۱۳)

۶۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَكِيمٍ قَالَ قُرِئَ عَلَيْنَا كِتَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْضِ جُمَيْنَةَ وَاَنَا غُلَامٌ شَابٌ..... (رواہ ابوداؤد جلد ۱)

عبداللہ بن عکیم کہتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نوشتہ ملک جمینہ میں سنایا گیا اس زمانہ میں میں جوان لڑکا تھا اس میں مختلف احکام درج تھے

۲۱۶ فی کتاب اللباس وروی الترمذی

(نحوہ)

۷۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا تھا کہ دیت عصبہ کے ذمہ واجب الادا ہے پھر یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ کسی مسلم کے لئے جائز نہیں کہ کسی دوسرے مسلم کے آزاد کردہ غلام کو بغیر اس مسلم کی اجازت کے اپنی طرف منسوب کرے، پھر مجھے خبر دی گئی کہ آپ نے اس صحیفہ میں ایسا کرنے والے پر لعنت بھی فرمائی۔

كُتِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كُلِّ بَطْنٍ عَقُولُهُ ثُمَّ كُتِبَ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَتَّوَالَيَ مَوْلَى رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ ثُمَّ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ لَعَنَ فِي صَحِيفَتِهِ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ (صحیح مسلم کتاب العتق)

۸۔ امام طاووسؒ فرماتے ہیں :

ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کتاب ہے اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ناک کا اکلا حصہ کٹ جائے تو دیت میں سوا ونٹ دینے ہونگے۔

عِنْدَنَا فِي كِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْأُذُنِ إِذَا قُطِعَ مَآرِنُهُ مِائَةٌ مِّنَ الْإِبِلِ رِزْلُ الْإِطَارِ جَزَاءُ ص ۲۹ بحوالہ کتاب امام شافعیؒ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزمؓ کو مین کا عامل بنا کر بھیجا تو اہل مین کے لئے ایک کتاب بھی لکھ کر مرحمت فرمائی تھی جس میں فرائض، سنن اور دیات کے مسائل درج تھے۔

۹۔ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالْدِّيَّاتُ وَبَعَثَ بِهِ مَعَ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ۔

(نسائی جلد ۲ ص ۲۱۸)

امام زہریؒ فرماتے ہیں میں نے وہ کتاب پڑھی تھی اور وہ کتاب ابو بکر بن حزمؒ کے پاس موجود تھی۔ (نسائی جلد ۲ ص ۲۱۸)

پھر امام زہریؒ نے اس کتاب کا مضمون بیان کیا ہے (نسائی)
خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کتاب کی صحت کی شہادت دی ہے۔ (نیل الاوطار جزء ۱ ص ۱۶)

امام یعقوبؒ فرماتے ہیں :

لَا أَعْلَمُ فِي جَمِيعِ الْكُتُبِ
الْمَنْقُولَةِ كِتَابًا أَصَحَّ مِنْ كِتَابِ
عُمَرَوِّ بْنِ حَزْمٍ هَذَا فَإِنَّ
أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِينَ يَرْجِعُونَ
إِلَيْهِ وَيَدْعُونَ رَأْيَهُمْ
(نیل الاوطار جزء ۱ ص ۱۶)

جتنی کتابیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے منقول چلی آتی ہیں ان میں سے
کوئی کتاب میرے علم میں عمر بن حزم
کی اس کتاب سے زیادہ صحیح نہیں
کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اور تابعین عظامؒ اس کی طرف رجوع
کرتے تھے اور اپنی رائے کو چھوڑ دیتے
تھے۔

امام یعقوبؒ کے بیان سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی لکھوائی ہوئی بہت سی کتابیں تھیں اور سب سے زیادہ صحیح ان کے علم کے مطابق
عمر بن حزمؒ کی کتاب تھی کیونکہ تو اتر اور شہرت کا جو درجہ اس کتاب کو حاصل
تھا وہ کسی اور کتاب کو نہ تھا۔ امام ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں۔

یہ کتاب اہل تواریخ کے نزدیک مشہور
 ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ اہل علم
 کے نزدیک معروف ہے۔ (نیل الاوطار جزء
 ص ۱۶)

۱۰۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں :

هَذِهِ نُسْخَةُ كِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي
 كَتَبَهُ فِي الصَّدَاقَةِ وَهِيَ
 عِنْدَ آلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ...
 أَقْرَأَ بَيْنَهَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
 بْنُ عُمَرَ فَوَعَيْتُهَا عَلَى وَجْهِهَا
 وَهِيَ الَّتِي انْتَسَخَ عُمَرُ بْنُ
 عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ
 بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَسَالِمِ
 بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ (البوداود
 كتاب الزكاة جلد ۱ ص ۲۲۴ ودارقطنی
 ص ۲۰۹)

یہ اُسی کتاب کا ایک نسخہ ہے جو کتاب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقا
 کے متعلق لکھوائی تھی۔ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کی یہ کتاب حضرت عمرؓ کے
 خاندان کے پاس تھی مجھے یہ کتاب
 حضرت عمرؓ کے پوتے سالم نے پڑھائی
 تھی اور میں نے پوری طرح اس کو محفوظ
 کر لیا ہے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے
 اس کتاب کو حضرت عمرؓ کے پوتوں سے
 لے کر لکھوایا تھا

اس کے بعد امام زہریؒ نے اس کتاب کا مضمون بتایا جو کتب حدیث میں

محفوظ ہے۔

۱۱۔ سوید بن غفلہؓ کہتے ہیں :-

آتَانَا مُصَدِّقُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذْتُ
بِيَدِهِ وَقَرَأْتُ فِي عَهْدِهِ لَا
يُجْتَمِعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ وَلَا يُفَرَّقُ
بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ
ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا تحصیلدار آیا میں نے اس کا ہاتھ
پکڑا اور اس کی کتاب میں پڑھا کہ زکوٰۃ
کے خوف سے متفرق مال کو جمع نہ کیا جائے
اور مجتمع مال کو متفرق نہ کیا جائے۔

(البرادور ج ۱ ص ۲۲۹ و دارقطنی ص ۲۰۴)

۱۲۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

بَيْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكْتُبُ
إِذْ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتَى الْمَدِينَةَ
تَفْتَحُ أَوَّلًا قُسْطَنْطِينَةً أَوْ
رُومِيَّةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَلْ مَدِينَةُ
هَرَقْلَ أَوَّلًا (دارمی طبع دمشق)

اس حالت میں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے ہوئے لکھ رہے
تھے آپؐ سے پوچھا گیا ”کون سا شہر
پہلے فتح ہوگا قسطنطنیہ یا رومیہ؟“
آپؐ نے فرمایا ”ہرقل کا شہر پہلے
فتح ہوگا۔“

(جلد اول ص ۱۲۶)

غرض یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی کتابیں لکھوائیں لہذا
یہ کہنا غلط ہے کہ ”آپؐ نے کوئی کتاب نہیں لکھی یا لکھنے سے منع فرما دیا تھا۔“

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بہت سے صحابہ بڑے اہتمام کے ساتھ احادیث لکھا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے صحابہ کو بھی تحریر احادیث کا حکم دیا

۱۔ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَكْتُبُوا لِاَبِي شَاهٍ (صحیح بخاری) (یہ احادیث) ابوشاہ کو لکھ کر دے دو۔
(صحیح مسلم وغیرہ)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے لوگوں نے کہا تم آپؐ کی ہر بات نہ لکھا کرو کبھی آپؐ خوش ہوتے ہیں اور کبھی ناراض ہوتے ہیں۔ انہوں نے لکھنا چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَكْتُبْ فَاِنَّ الَّذِي لَفْسِي بِيَدِهِ
مَا يَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ (ابوداؤد)
تم احادیث لکھا کرو۔ قسم اُس ذات
کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس
منہ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔
کتاب العلم جلد ۲ ص ۱۵۸

صحابہ کرام کی کتب احادیث

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ جَبْ حَضْرَتِ ابُو بَكْرٍ صَدِيقِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
 أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ ابْنِ حَضْرَتِ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
 كَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ لَمَّا عَنِ كَوْمِن كَا حَاكِم بِنَا كَر بَهِي جَا تَوَا يَك كِتَابًا
 وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ بِسْمِ اللَّهِ لَكْه كَر دِي جِس كَا مَضْمُون يَه كِتَاب بَسْمِ اللَّهِ
 الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذِهِ فَرِيضَةُ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ يَه زَكَاةُ كِه وَه فَرَا نِصْ فِي
 الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ جِن كُو رَسُو لَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِي مَسْلَمِينَ يَه فَرَضَ كِيَا هِي اُو رَجِن كَا
 عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَالَّتِي أَمَرَ اللَّهُ حَلَمُ اللَّهُ نِي اِيْنِي رَسُو لَ كُو دِيَا كِتَابًا
 بِهَارِسُو لَه (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ) عِلْمُ اللَّهِ نِي اِيْنِي رَسُو لَ كُو دِيَا كِتَابًا
 حماد بن سلمہ کہتے ہیں :-

أَخَذْتُ هَذَا الْكِتَابَ مِنْ مِیْن نِي نِي كِتَاب حَضْرَتِ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ
 ثَمَامَةً (نسائی کتاب الزکوٰۃ) تَعَالَى عَنْهُ كِه پُو تے ثَمَامَہ سِي حَا لَ كِي تَہی۔

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد انصاری کہتے ہیں :

إِنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ جَبْ حَضْرَتِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ خَلِيفَہ

حِينَ اسْتُخْلِفَ أَرْسَلَ إِلَى
الْمَدِينَةِ يَلْتَمِسُ عَهْدَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
الصَّدَقَاتِ فَوَجَدَهُ عِنْدَ
الْأَمْرِ بْنِ حَزْمٍ كِتَابَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَى عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ فِي
الصَّدَقَاتِ وَوَجَدَ عِنْدَ
عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ كِتَابَ عُمَرَ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَى
عَمَّالِهِ فِي الصَّدَقَاتِ
بِمِثْلِ كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَمْرِو
بْنِ حَزْمٍ فَأَمَرَ عُمَرُ بَنَ
عَبْدَ الْعَزِيزِ عَمَّالَهُ عَلَى
الصَّدَقَاتِ أَنْ يَأْخُذَ وَابِئَا
فِي ذَيْنِكَ الْكِتَابَيْنِ وَكَانَ
خِيَمَةً.....

(دارقطنی کتاب الزکوٰۃ ص ۲۱۶)

ہوئے تو انہوں نے ایک آدمی کو مدینہ
متورہ بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی کتاب الصدقات تلاش
کرائی۔ وہ کتاب عمرو بن حزم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے خاندان کے پاس ملی۔ یہ
وہ کتاب تھی جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کو لکھ کر دی تھی اور حضرت عمر رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب حضرت عمر رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کے پاس ملی۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کتاب
لکھ کر اپنے تحصیلداروں کو دی تھی۔
اس میں صدقات کے مسائل تھے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابوں کا مضمون
ایک ہی تھا۔ پھر حضرت عمر بن عبد العزیز
رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عمال کو حکم دیا
کہ صدقات درجہ اول کے مطلقہ و غیر
کئے جائیں۔ (پھر محمد انصاریؒ نے کہا)

ان دونوں کتابوں میں یہ مضمون تھا۔ (یہ مضمون

کتابِ احادیث میں محفوظ ہے)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

أَنَّهُ قَرَأَ كِتَابَ عُمَرَ بْنِ
الْخَطَّابِ فِي الصَّدَقَةِ
(موطا مالک کتاب الزکوٰۃ ص ۱۰۹)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا مضمون اپنی شہرہ آفاق کتاب
موطا میں درج فرمایا ہے جواب تک محفوظ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری تحریر

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ كَتَبَ
مَعِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى أَبِي

عُبَيْدَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ
وَرَسُولُهُ مَوْلَى مَنْ لَّا مَوْلَى
لَهُ وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَّا وَارِثَ
لَهُ۔ (رواہ الترمذی فی البواب الفرائض)

حضرت ابو امامہ کہتے ہیں :

”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے
ہمراہ ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ
لکھ کر بھیجا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے ”جس شخص کا کوئی وارث
نہیں اُس کا وارث اللہ اور اس کا رسول ہے
اور (اگر) ماموں (موجود) ہو تو وہ اس کا

وارث ہوگا۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیسری تحریر

حضرت ابو عثمان کہتے ہیں :

جَاءَ نَا كِتَابَ عُمَرُ..... ہمارے پاس حضرت عمرؓ کی تحریر آئی کہ
 اَمَّا بَعْدُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَهِيَ عَنِ الْعَرِيرِ اِلَّا
 هَكَذَا اِضْبَعَيْنِ (صحیح مسلم کتاب اللباس)
 بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حریر پہننے سے منع فرمایا ہے مگر دو انگلی کے حاشیہ تک کی اجازت دی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چوتھا نوشتہ

ایک مرتبہ ورثہ کے متعلق ایک مقدمہ پیش ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق فیصلہ کیا۔

فَلَكْتُبُ لَهُ كِتَابًا فِيهِ شَهَادَةُ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 عبد الرحمن بن عوفؓ و زیدؓ اس فیصلہ نبوی کو لکھ کر دیدیا اور بطور
 بن ثابتؓ و رجل آخر۔ شہادت عبد الرحمن بن عوفؓ، زید بن
 ثابتؓ اور ایک اور آدمی نے دستخط کئے۔

پھر خلیفہ عبد الملک رحمہ اللہ کے زمانہ میں اسی قسم کا مقدمہ پیش ہوا۔

فَقَضَى لَنَا بِكِتَابِ عُمَرَؓ تو حضرت عبد الملکؓ نے حضرت عمر رضی
 (ابوداؤد کتاب الفرائض ج ۲ ص ۴۸) اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تحریر کے مطابق
 فیصلہ کیا۔

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی کتاب کی حفاظت کی

كُتِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابَ

وَسَلَّمَ كِتَابَ الصَّدَقَةِ الصدقة لکھی تھی اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ
فَعَمِلَ بِهَا أَبُو بَكْرٍ حَتَّى قُبِضَ تعلّے اُسنے اپنی وفات تک عمل کیا پھر
ثُمَّ عَمِلَ بِهَا عُمَرُ حَتَّى قُبِضَ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی
(ابوداؤد جلد اول ص ۲۲۶) وفات تک عمل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حفاظت حدیث اور تعلیم حدیث کا انتظام کرنا

۱۔ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک
خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مرتبہ جمعہ کے خطبہ میں فرمایا، اے اللہ
قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُكَ میں شہروں کے امراء پر تجھ کو گواہ کرتا
عَلَى أَمْرَاءِ الْأَمْصَارِ وَإِنِّي ہوں۔ میں نے ان لوگوں کو صرف اس
إِنَّمَا بَعَثْتَهُمْ عَلَيْهِمْ لِيَعْدِلُوا لئے مقرر کیا ہے کہ وہ ان میں عدل قائم
عَلَيْهِمْ وَلِيَعْلَمُوا النَّاسَ دِينَهُ کریں اور لوگوں کو دین اور نبی صلی اللہ
وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ علیہ وسلم کی سنتوں کی تعلیم دیں۔
وَسَلَّمَ۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ
باب نھی من اکل ثوئاً)

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :

قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابِ (داری علم کو لکھ کر محفوظ کرو۔
جلد اول ص ۱۲۷) جامع بیان العلم جلد ۱
(ص ۷۷)

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی حدیث و سنت کی تعلیم دیا کرتے

تھے۔ مثلاً ایک مرتبہ فرمایا:

اقْبِلُوا عَلَيَّ بِوُجُوْهِكُمْ اَوْ صَلِّیْ
بِكُمْ صَلَوةً رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم اَتَتِيْ كَانَتْ
يُصَلِّيْ وَيَا مُرَبِّهَا فَقَامَ مُسْتَقْبِلَ
الْقِبْلَةِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰی حَاذَى
بِهَا مُنْكَبِیْهِ ثُمَّ كَبَّرَ ثُمَّ
رَكَعَ وَكَذَلِكَ حَتّٰی رَفَعَ
فَقَالَ الْقَوْمُ هَكَذَا كَانَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّم يُصَلِّيْ بِنَا۔ (خلافيات
امام بیہقی نصب الراية و تسهیل القاری
شرح صحیح بخاری جلد ۳)

میری طرف منہ کر دین تم کو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر بتاؤں
جس طریقہ سے کہ آپ خود بھی پڑھتے تھے
اور پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ پس
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبلہ کی طرف
منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ دونوں ہاتھوں
کو کندھوں تک اٹھایا پھر اللہ اکبر کہا،
پھر رکوع کیا اور اسی طرح اس وقت کیا
جب رکوع سے سر اٹھایا (یعنی رکوع سے
پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کیا) تمام
صحابہؓ نے فرمایا بے شک رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ہمیں ایسی ہی نماز پڑھایا
کرتے تھے۔

۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب

محمد بن علیؓ کہتے ہیں :-

(جب) میرے والد (حضرت علیؓ) نے
مجھے (حضرت عثمانؓ کے پاس) بھیجا، تو

اَرْسَلَنِيْ اَبِيْ خُذْ هٰذَا
الْكِتَابَ فَاذْهَبْ اِلَى عُثْمَانَ

فَإِنَّ فِيهِ أَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَةِ
مجھ سے فرمایا کہ یہ کتاب لو اور (حضرت)
عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس
جاؤ کیونکہ اس میں صدقہ کے متعلق رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام مندرج
ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔
أَغْنِيهَا عَنَّا (صحیح بخاری کتاب ہم سے اس کو کافی سمجھو یعنی ہم اس سے
الجماد) مستغنی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب الصدقہ کی
نقلیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی موجود تھیں۔
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود سنت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

عَنْ عُثْمَانَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ
بِالْمَقَاعِدِ فَقَالَ أُرِيكُمْ وُضُوءَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَتَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا۔
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
مقاعد کے مقام پر وضو کیا۔ انہوں نے
لوگوں سے کہا میں تم کو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے وضو کرنے کا طریقہ
بتا رہا ہوں۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو
کیا اور ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھویا۔
(صحیح مسلم و ردی البخاری نحوہ)

۴۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ إِلَّا كِتَابُ اللَّهِ
وَهَذِهِ الصَّحِيفَةُ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (صحیح
بخاری کتاب المناسک باب حرم المدینۃ ہیں۔

وروی مسلم نحوہ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنت کی تعلیم کا اہتمام کرنا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

تَذَاكُرُوا هَذَا الْحَدِيثَ
وَتَزَادُوا فَإِنَّكُمْ إِن تَحُمُّ
تَفْعَلُوا يَدْرُسُ دَارِمِي بَاب
مَذَاكِرَةِ الْعِلْمِ ص ۱۵

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی باوجود خلافت کے بوجھ کے، سنت

کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مثلاً ایک مرتبہ وضوء کیا پھر فرمایا۔

أَحْبَبْتُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ
كَانَ ظُهُورُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کرتے تھے۔

(ترمذی و نسائی)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
شہرہ آفاق کتاب

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کا نام صادق تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْهُ مِنِّي إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ۔

صحابہ میں سے کوئی شخص بھی مجھ سے زیادہ احادیث روایت نہیں کرتا سوا عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اس لئے کہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔

(صحیح بخاری کتاب العلم)

یہی وہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا (جیسا کہ اوپر گزرا) ”لکھا کرو۔ اس منہ سے سوائے حق کے اور کوئی بات نہیں نکلتی“ (ابوداؤد کتاب العلم) یہی وہ کتاب ہے جو ان کی اولاد میں منتقل ہوتی رہی اور ان کے پڑپوتے عمرو بن شعیب سے محدثین نے اس کو اخذ کر کے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کتاب اپنے شاگرد ہمام
کے لئے مرتب کی تھی جو صحیفہ ہمام کے نام سے مشہور ہے اور اب چھپ چکی ہے۔
(صحیفہ ہمام بن منبہ کا پیش لفظ از ڈاکٹر حمید اللہ ص ۴۸)

» حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک تالیف ان کے شاگرد بشیر بن نمیک نے مرتب کی۔ دارمی نے روایت کی ہے، بشیر کہتے ہیں میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کچھ سنتا لکھتا جاتا تھا جب میں نے ان سے رخصت ہونا چاہا تو ان کے پاس ان کی کتاب لایا اور انہیں پڑھ کر سنائی اور ان سے کہا یہ وہ چیز ہے جو میں نے آپ سے سنی ہے انہوں نے کہا ہاں (دارمی ج اول ص ۱۲۷)

۷۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب
حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک کتاب تحریر فرمائی تھی۔ امام ابن بصری تابعی رحمہ اللہ کے پاس وہ کتاب تھی۔

إِنَّمَا يُحَدِّثُ عَنْ صَحِيفَةٍ اور وہ اس کتاب سے حدیثیں سنایا
سَمُرَةَ (ترمذی ابواب البیوع کرتے تھے۔
بَاب مَا جَاءَ فِي إِحْتِلَابِ الْمَوَاشِي لِغَيْرِ
إِذْنِ الْأَرْبَابِ جلد اول ص ۴۸)

۸۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب
حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے فرماتے ہیں :

وَجَدْنَا فِي كِتَابِ سَعْدٍ ہم نے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ میں یہ دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
سَلَّمَ قَضَىٰ بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ علیہ وسلم نے ایک گواہ اور قسم پر
ترمذی ابواب الاحکام باب مَا جَاءَ فِي فیصلہ کیا۔

ایمین مع الشاہد جلد اول ص ۴۱

۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابیں
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی کتابیں لکھی تھیں۔
یہ ان کی زندگی میں شائع ہو چکی تھیں۔
عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

إِنَّ نَفَرًا قَدْ مَوَّاعَلَى طائف کے چند آدمی ابن عباس رضی
ابن عباس من أهل الطائف اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی کتابوں
بکتاب من کتبہ فجعل یقرأ میں سے ایک کتاب لائے۔ ابن عباس
علیہم السلام (ترمذی کتاب العلل جلد ۱) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کتاب ان
کو پڑھ کر سنائی۔ (ص ۶۳۶)

یہ ہی وہ کتابیں تھیں جن کو امام زہری رحمہ اللہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سن کر محفوظ کیا اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ محدثین
کو یہ امانت سونپ دی اور آج تک یہ ان محدثین کی کتب میں محفوظ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا

حدیث کی تعلیم کا اہتمام کرنا

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں :-

کُنْتُ أَكْتُبُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ میں ابن عباسؓ کے پاس بیٹھ کر ایک
فی صحیفۃ (داری جز اول صحیفہ میں لکھا کرتا تھا۔

صحیح بخاری کتاب الخصومات میں ہے :-

قید ابن عباس عکرمۃ
علیٰ تعلیم القرآن والسنن
والفرائض۔ (رواہ البخاری
تعلیقاً ج ۳ ص ۱۶۱ ووصلہ ابن سعد فی الطبقات) تھا۔

۱۰۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب

سعید بن ہلال کہتے ہیں :-

كُنَّا إِذَا أَكْثَرْنَا عَلَى أَنَسِ
بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ فَأَخْرَجَ إِلَيْنَا مَا لَعِنْدَهُ
فَقَالَ هَذِهِ سَمِعْتُهَا مِنَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَكَتَبْتُهَا وَعَرَضْتُهَا عَلَيْهِ
(مستدرک حاکم)

جب ہم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے زیادہ (پوچھ گچھ) کرتے تو وہ اپنے
پاس سے ایک دفتر نکالتے اور فرماتے
یہ ہیں وہ حدیثیں جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے میں نے سنی ہیں۔ میں نے
آپ کی حیات مقدسہ میں ان کو لکھا اور
لکھ کر آپ کو سنائی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حفاظت حدیث

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے :-

يَا بَنِي قَيْدٍ وَاهَذَا الْعِلْمُ
رِدَارِي ج ۱ ص ۱۲۰ جامع بیان العلم
لے میرے بچو اس علم کو لکھ کر محفوظ
کر لو۔
نحوہ جلد ۱ ص ۱۲۰

۱۱۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب سیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ذَهَبُوا إِلَى الصَّحِيفَةِ جَابِرِ بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ إِلَى الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ
فَأَخَذَهَا۔ (ترمذی ابواب البیوع
باب ما جاء في ارض المشترك يريد بعضهم
بيع نصيبه جلد اول ص ۴۰۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حفاظت احادیث

”سیمان بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد
کردہ غلام نافع کو دیکھا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہیں املاء کر رہے تھے
اور وہ لکھتے جاتے تھے۔ (دارمی جلد اول ص ۱۲۸ الف)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حفاظت احادیث

براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھ کر لوگ ان کی احادیث
لکھا کرتے تھے۔ (دارمی مطبوعہ دمشق جزء اول ص ۱۲۸)

۱۲۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب

نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مروان خطبہ دے رہے تھے۔ اس میں انہوں نے
مکہ معظمہ کے حرم ہونے کا ذکر کیا تو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

ان کو پکار کر کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ مکہ کی حرمت کا تم نے ذکر کیا اور مدینہ کی حرمت کا ذکر نہیں کیا۔ پھر فرمایا۔

وَقَدْ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا وَذَلِكَ عِنْدَنَا فِي أَدِيمِ الْخَوْلَانِ إِنْ شِئْتَ أَقْرَأُ تَكْمًا رَاصِحًا بِفَضْلِ الْمَدِينَةِ

تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سنگستانوں کے درمیانی علاقہ کو یعنی مدینہ کو حرم قرار دیا ہے اور یہ حکم میرے پاس خولانی چمڑے پر لکھا ہوا ہے اگر تم چاہو تو پڑھ کر سناؤں۔

جمہور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کتابیں
عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

بَيْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكْتُبُ إِذْ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتَى الْمَدِينَتَيْنِ تَفْقَهُمْ أَوْ لَا قُسْطَنْطِينِيَّةً أَوْ رُومِيَّةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَلَّ مَدِينَةٍ هِرَقْلَ أَوَّلًا (داری جزء اول ص ۱۲۶)

اس حالت میں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے آپ سے پوچھا گیا کہ قسطنطنیہ پہلے فتح ہوگا یا رومیہ آپ نے فرمایا نہیں ہرقل کا شہر پہلے فتح ہوگا۔

اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی بزرگ

صحابی ہیں جن کی کتاب حدیث ”صحیفہ صادقہ“ کے نام سے مشہور ہے ان ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ احادیث لکھا کرو اس لئے کہ اس منہ سے سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکل سکتا۔ (ابوداؤد)

تفصیل کے لئے گذشتہ صفحات ملاحظہ ہوں۔

خلاصہ | غرض یہ کہ اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم احادیث لکھتے تھے خود انہوں نے احادیث کی کتابیں مدون کیں۔ پھر تابعین کو اپنے سامنے بٹھا کر لکھواتے تھے۔ ان کتابوں میں سے بعض کتابیں اب بھی مل جاتی ہیں مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتب کردہ صحیفہ جو صحیفہ ہمام کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

تابعین رحمہم اللہ کی کتابوں کا تذکرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابوں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صحائف کا مختصر ذکر آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ تابعین کے دور میں آئمہ دین نے اتنی کتابیں لکھیں کہ ان کا حصر شکل ہے اور نہ اس مختصر مضمون میں ان تمام تالیفات کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

تابع تابعین رحمہم اللہ اور کتابت احادیث

تابعین سے یہ علم تبع تابعین رحمہم اللہ نے حاصل کیا اور متعدد کتابیں تالیف کیں جو آج کل احادیث کا ماخذ بھی جاتی ہیں مثلاً موطا امام مالک بسند امام شافعی اور امام شافعی کی دوسری کتب مصنف عبدالرزاق۔ سند امام احمد اور امام احمد کی دوسری کتابیں وغیرہ وغیرہ۔ ان ہی کتب سے احادیث صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں منتقل ہوئیں جو آج تک محفوظ و متواتر ہیں۔ فللہ الحمد

ڈھائی سو سال کا شاخسانہ

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کی کتابیں مرتب کیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے گرد بٹھا کر احادیث املاء کرائیں۔ خلفائے راشدین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابوں کی حفاظت کی اور ان پر عمل کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی احادیث کو اپنے صحیفوں میں جمع کیا۔ بعض نے لکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کر کے سندِ صحت بھی حاصل کی۔ بعض نے اپنے تابعین شاگردوں کو املاء کرائیں۔ تابعین نے بھی عام طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی تحریر کردہ کتابوں کو جمع کیا اور ان کو بڑی کتابوں میں تالیف کیا۔ تابعین سے یہ علم تبع تابعین کو پہنچا۔ ہر دور میں انہیں حفظ بھی کیا گیا اور تحریر بھی کیا گیا۔ لہذا یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ احادیث ڈھائی سو سال بعد تحریر میں لائی گئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتب کردہ صحیفہ جو صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے مشہور ہے، طباعت کے زور سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔ یہ صحیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے تقریباً چالیس سال بعد لکھا گیا تھا۔ حضرت ہمام کے شاگرد حضرت معمر بن راشد کا صحیفہ بھی دستیاب ہو چکا ہے۔ یہ صحیفہ بھی پہلی صدی کے آخر میں لکھا گیا۔ امام مالک کی موطا جو امام مالک کے زمانے سے لے کر اب تک مشہور اور متواتر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے تقریباً سو سال بعد لکھی گئی۔ ان تینوں کتابوں کی موجودگی اس

مفروضہ کی تردید کے لئے کافی ہے کہ ”احادیث ڈھائی سو سال بعد لکھی گئیں۔“
 پھر سند امام شافعی۔ کتاب الام۔ سند احمد۔ مصنف عبدالرزاق۔ مصنف ابن ابی
 شیبہ۔ سند حمیدی وغیرہ متعدد کتابیں دوسری صدی میں لکھی گئیں اور آج بھی
 موجود ہیں۔ ان کے علاوہ عہد صحابہ اور عہد تابعین میں بے شمار صحیفے تھے جو دوسری
 کتابوں میں سمودے گئے اور ان کا علیحدہ وجود باقی نہ رہ سکا۔ دوسری صدی کی
 ان مولفات کی موجودگی بھی ڈھائی سو سال کے شاخسانہ کی تردید کرتی ہے۔ دوسری
 صدی کی ان تصانیف میں سے بعض تصانیف کافی ضخیم ہیں۔ مثلاً سند امام احمد
 جو ضخامت میں صحیح بخاری سے کئی گنی ہے۔

اکثر بعد میں آنے والے محدثین کی یہ روش رہی کہ اپنے ماقبل محدث کی کتاب
 کی نقل کرتے اور اس میں دوسرے محدثین کی کتابوں کو بھی شامل کر دیتے! اس
 طرح یہ مجموعے ان بعد میں آنے والوں کی طرف منسوب ہو گئے اور وہ قدیم صحیفے جو
 اُن مجموعوں کا جزء بنے (سوائے چند صحیفوں کے) اپنا علیحدہ وجود برقرار نہ رکھ سکے
 درس و تدریس بھی ان ضخیم مجموعوں کے ذریعہ جاری رہی اس لئے غنو ما یہی مجموعے
 باقی ہے۔ ان ضخیم اور باقی رہنے والے مجموعوں کی موجودگی، بعض لوگوں کو اس
 شبہ میں ڈالتی ہے کہ شاید ان مجموعوں سے پہلے کوئی کتاب لکھی ہی نہیں گئی حالانکہ
 یہ صحیح نہیں۔ مثال کے طور پر موطا امام مالک کو لیجئے۔ امام محمد نے موطا امام مالک
 کی احادیث جمع کیں اور اس میں کچھ اور احادیث شامل کر دیں نتیجہ یہ نکلا کہ ان
 کا مجموعہ بجائے موطا امام مالک کہلانے کے موطا امام محمد کے نام سے مشہور ہوا۔
 اسی طرح امام مالک کے دوسرے شاگرد بھی اگر امام محمد کی روش اختیار کرتے تو اچ

موطا امام مالک کا وجود نہ ہوتا۔ خوش قسمتی سے امام مالک کے ۳۲ شاگردوں نے موطا امام مالک کو بغیر ترمیم اور اضافہ کے تحریر کیا اور اس طرح آئندہ بھی ہوتا رہا۔ لہذا موطا امام مالک اپنی علیحدہ حیثیت سے باقی رہی اور آج تک موجود ہے۔ اس مثال سے واضح ہوا کہ قدیم کتابیں اس لئے نایاب ہو گئیں کہ ان میں اضافہ کر کے دوسری کتابوں کو مرتب کیا گیا۔ لہذا اگرچہ قدیم کتابیں علیحدہ حیثیت سے تو باقی نہ رہیں لیکن وہ ضائع نہ ہونے پائیں اور ان کا تمام مواد بعد میں مرتب کی جانے والی کتابوں میں محفوظ کر دیا گیا۔ ہمارے اس بیان سے یہ بھی واضح ہوا کہ ہر زمانے میں کتب احادیث مرتب کی گئیں اور یہ کننا صحیح نہیں کہ ڈھائی سو سال بعد احادیث تحریر کی گئیں۔

ایک اور طریقے سے اس کو اس طرح سمجھئے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام نافعؒ کو احادیث املاء کرتے تھے (جیسا کہ اسی کتاب میں گزر چکا ہے) یہ حدیثیں امام نافع رحمہ اللہ سے امام مالکؒ نے تحریر کیں اور امام مالک کی کتاب آج تک موجود ہے۔ پھر امام مالکؒ کے شاگردوں نے موطا امام مالک کی نقلیں کیں اور ان سے امام بخاریؒ، امام مسلمؒ وغیرہ نے نقل کیا۔ لہذا یہ تحریری سلسلہ بغیر انقطاع امام مالکؒ تک پہنچا اور ان سے امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور دوسرے محدثین تک۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی احادیث پر کتابیں لکھیں۔ ان دونوں صحابیوں کے شاگرد امام زہریؒ نے بھی متعدد کتابیں لکھیں۔ امام زہریؒ سے امام مالکؒ نے احادیث نقل کیں۔ یہی تحریری سلسلہ

امام مالک کے نامور شاگردوں کے ذریعہ امام بخاری، امام مسلم وغیرہ تک پہنچا۔
لہذا کتابتِ حدیث مسلسل ہے اور شبہ انقطاع لغو ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے صحیفہ صادقہ لکھا۔ ان کے پڑپوتے
سے محدثین نے اسے حاصل کیا اور اپنی کتابوں میں شامل کر دیا۔

بطور مثال یہ چند سندیں لکھی گئیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تقریباً تمام
سلسلہ اسناد میں اسی طرح واقع ہوا اور کہیں بھی یہ تحریری سلسلہ اسناد منقطع نہیں
ہوا۔ ان مثالوں سے یہ بھی واضح ہوا کہ احادیث تحریری طور پر منضبط تھیں اور یہ
صحیح نہیں کہ ڈھائی سو سال تک صرف زبانوں پر گھومتی رہیں۔

صحیح بخاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے تقریباً دو سو سال بعد
لکھی گئی اور تقریباً اسی زمانہ میں صحیح مسلم مرتب ہوئی۔ ان تمام ادوار کی کتب کا
موجود ہونا کیا اس مفروضہ کہ

”احادیث ڈھائی سو سال بعد لکھی گئیں“ کی تردید کے لئے کافی نہیں۔



* اے ایمان والوں! اپنے آپ کو اور اپنی آل
 اولاد کو جو حرم کی آگ سے بچ سلاؤ۔ (تخوین)
 * اللہ یقیناً صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (بقہ)
 * پیغمبروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (الفساء)

جماعت المسلمین کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابیں

- ۱۔ توحید المسلمین
- ۲۔ صلوٰۃ المسلمین
- ۳۔ زکوٰۃ المسلمین
- ۴۔ صوم المسلمین (زیر طبع)
- ۵۔ حج المسلمین
- ۶۔ منہاج المسلمین
- ۷۔ دعوات المسلمین
- ۸۔ ذہن پرستی
- ۹۔ تفہیم اسلام بحواب دو اسلام
- ۱۰۔ خلاصہ تلاش حق
- ۱۱۔ التحقیق فی جواب التقلید
- ۱۲۔ تفسیر قرآن عزیز (زیر کتابت)
- ۱۳۔ تاریخ الاسلام والمسلمین جس کے مآخذ صرف قرآن مجید، صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں۔